''کیونکہ عصرہ اور فاتح کے تعلقات اچھے نہیں تھے۔ اشعر نے سمجھا ہو گا کہ یا تو وہ فاتح کو مارنا چاہتی ہیں یا تالیہ کو۔ دونوں صورتوں میں اشعر کا فائدہ تھا۔''

''یعنی اتنے سالوں سے اشعر جانتا تھا کہ زہر عصرہ نے منگوایا تھا پھر بھی اس نے آپ کو ہر جگہ مورد الزام ٹھہرایا۔'' ایڈم نے چچ چچ کرتے ہوئے سر ہلایا۔ وہ پراسراریت سے مسکرائی۔

''میں نے اشعر کو اس کیس میں اس لیے پھنسایا ہے کیونکہ وہ اس ملک کا پردھان منتری بننا چاہتا ہے۔ لیکن اس دھبے کے بعد الیکشن تو کیا اس کو پارٹی کا کوئی اہم عہدہ بھی نہیں ملے گا۔ بعد میں وہ بری ہو جائے گا۔ ثبوت ناکافی ہوں گے لیکن اتھکس کمیٹی اس کو دوران تفتیش ہی پارٹی سے سائیڈ لائن کر دے گی۔ میں نے کہا تھا نا 'میں سیاہ ہوں' ایڈم۔''

''آپ سیاہ نہیں ہیں' چے تالیہ۔'' احمد نظام سادگی سے مسکرا کے بولے۔ وہ بھی مسکرا دی۔

''لیکن آر یو شیور کہ آپ نے وقت کو روکنے والی کوئی گھڑی استعمال نہیں کی تھی؟''

تالیہ ہنس دی۔ ''نہیں۔ ہم نے صرف وہی کیا تھا جو ہمیں کرنا آتا ہے۔ سرمد ایک ہی جگہ سے شام کی چائے پیتا ہے۔ ہم نے اس کی چائے کو ڈرگ کیا تھا۔ وہ اتنی گہری نیند سویا کہ اسے معلوم نہ ہوا کب کوئی اس کے گھر بنا آواز کے داخل ہوا ہے اور اس کے فون اور گھڑیوں کے اوقات کو دو گھنٹے آگے کر گیا ہے۔ ہم اس سے ایک بجے ملنے گئے تھے۔ اور جاتے ہوئے اس کی کیبل کی تار کاٹ گئے تھے۔ اگلی رات داتن نے اس کی گھڑیاں درست کر دی تھیں۔ انٹرنیٹ ابھی تک اس کا خراب ہے تبھی اس نے سم کارڈ سے اشعر کو کال ملائی تھی۔''

''اور واپسی پہ چے تالیہ نے اس اسٹور میں میرے بھیجے رپورٹر کو مکا مارا جو توقع کے مطابق آپ کو تھانے لے گیا۔ تھانے سے بہترین ایلی بائی کوئی نہیں ہوتی۔ اس لیے' فار دی لاسٹ ٹائم احمد نظام صاحب' ہم نے کوئی ٹائم ٹرنر استعمال نہیں کیا تھا۔''

''آپ لوگوں سے کچھ بعید بھی نہیں ہے۔ آخر آپ وقت کے مسافر رہے ہیں۔'' انہوں نے جھرجھری لے کر سر جھٹکا۔ وہ تالیہ کی وقت کے سفر والی باتیں یوں دہراتے تھے جیسے انہیں ان پہ یقین ہو لیکن تالیہ کا خیال تھا وہ اندر سے ابھی تک ان پہ یقین نہیں کر پائے۔ کوئی بھی نہیں کر پائے گا۔

''آپ کا شکریہ۔'' کار احمد نظام کے گھر کے قریب رکی تو وہ بولی۔ شوفر نے دروازہ کھولا تو باہر سے سرما کی دھوپ میں لپٹی دھنک اندر اڈ آئی۔

ادھیڑ عمر وکیل نے شانے اچکائے اور اپنا بریف کیس سنبھالتے ہوئے اٹھا۔ شوفر نے دروازہ کھولا تو انہوں نے نیچے اترتے ہوئے کہا۔

''آپ نے میری فیس دے دی۔ ڈیٹس اٹ۔ میں نے یہ سب فیس کے لیے ہی کیا تھا۔''

تالیہ کی سوگوار مسکراہٹ گہری ہوگئی۔ ''اگر آپ نہ ہوتے تو میں اس کیس سے نہ نکل پاتی۔ اور اگر آپ کا دوست میری مدد نہ کرتا تو میں اپنے پرانے جرائم کے لیے معافی نامہ کبھی حاصل نہ کرسکتی۔''

احمد نظام اپنے گھر کے لان کی طرف پشت کیے کھڑے تھے۔ تالیہ کو تعجب سے دیکھا اور بولے۔ ''کون سا دوست؟'' اور کندھے اچکا کے مڑ گئے۔ تیز دھوپ ان کے عقب سے آرہی تھی جہاں گھاس پہ دھنک کے سارے رنگ بکھرے تھے۔ تالیہ نے ماتھے پہ چھجا بنا کے ان کو جاتے دیکھا اور مسکرا دی۔

''جانتے ہو مجھے اس آدمی کی سب سے اچھی بات کیا لگتی ہے؟''

دروازہ بند ہوا تو وہ ایڈم سے بولی۔

''کیا؟''

''جب ان کو احساس ہوا کہ میں سیاہی کا راستہ چھوڑ چکی ہوں تو انہوں نے میرے اندر کی اچھائی کو ایک نہیں کئی موقعے دیے۔ ان کے کسی قدم سے کوئی اچھائی کے راستے پہ جاتا ہوا شخص بددل نہ ہو جائے' بس اس ایک بات کے لیے یہ اتنا عرصہ میرے ساتھ لگے رہے۔ ایسے لوگ کم ملتے ہیں' ایڈم۔''

''اور آپ جیسی بھاری فیس بھی کم لوگ ہی دیتے ہیں۔''

ایڈم ہنس کے بولا تھا۔ تالیہ مسکرا کے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔ صدیوں کی مسافت کے بعد بالآخر وہ آزاد تھی۔

☆☆=========☆☆

دو دن بعد۔

صبح کی تازگی اس خوبصورت کالونی کی سڑک پہ پھیلی تھی۔ دونوں طرف دورویہ درخت تھے جنہوں نے ٹھنڈی سی چھایا کر رکھی تھی۔ آسمان آج گہرا جامنی تھا اور سورج کو نکلنے کا راستہ تک نہیں دے رہا تھا۔

ایڈم نے کار اسٹریٹ کے کنارے پارک کی۔ پھر گہری سانس لے کر ساتھ بیٹھی تالیہ کو دیکھا۔ وہ ہاتھوں میں پکڑے پرنٹ شدہ کاغذ کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے جھکے سر پہ سیاہ ہیٹ تھا جس میں سرخ پھول لگا تھا۔

''آج اتوار ہے۔ فاتح گھر پہ ہوں گے۔ میں بس ان سے یہ سائن کروا کے آتی ہوں۔''

''دوستانہ مشورہ دے رہا ہوں۔ یہ نہ کریں۔''

تالیہ نے چہرہ اٹھا کے اسے دیکھا۔

"تمہیں ڈر ہے کہ وہ سائن کر دیں گے؟"

"مجھے ڈر ہے کہ وہ سائن نہیں کریں گے اور پھر آپ اپنی ضد پہ اڑ جائیں گی اور ان سے سائن کروا کے دم لیں گی۔ جب آپ ضد کرتی ہیں تو اسے منوالیتی ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ آپ ایسی چیز پہ ضد کریں جو آپ کو خوشی نہیں دے گی۔"

تالیہ کی آنکھوں میں آج کوئی نمی نہ تھی۔ ایک سوگواریت تھی لیکن اعتماد بھی تھا۔ وہ جیسے اس جذباتی جھٹکے سے سنبھل چکی تھی۔ جیسے اس نے اس رشتے کے تحلیل ہو جانے کو قبول کر لیا تھا۔

"میرا رنگ سیاہ ہے ایڈم۔ میں تمہاری کتابوں میں لکھی کوئی سفید گھوڑے والی شہزادی نہیں ہوں۔ میں اپنی سیاہی سمیت ان کی زندگی سے دور جانا چاہتی ہوں۔ کسی اور ملک۔ کسی اور جزیرے پہ کسی نئی داستان کا حصہ بننا چاہتی ہوں۔"

"کہانا...... میں یہ آزما چکا ہوں۔" وہ مسکرایا اور نفی میں سر ہلایا۔ "یہ کام نہیں کرتا۔"

دونوں گھنے درختوں کے سائے تلے کار میں بیٹھے سامنے پھیلی سڑک کو دیکھ رہے تھے۔

"میں ان کے ساتھ بھی خوش نہیں رہوں گی۔ ان کے بغیر رہ کے دیکھ لوں گی۔ اتنا عرصہ ان کے بغیر ہی تو رہ رہی تھی۔ تم میرا انتظار کرنا۔"

"اور میشا والا معاملہ؟"

"کہانا... میں سیاہ ہوں۔ مجھے اب کسی دوسرے کو بچانے میں دلچسپی نہیں۔"

"بے تالیہ.... میشا کو وقت دیں۔ ہو سکتا ہے وہ ویسی نہ ہو جیسا آپ اس کو سمجھ رہی ہوں۔"

تالیہ نے بس ایک نظر اسے دیکھا اور زخمی سا مسکرائی۔ "تم بھی سمجھتے ہو کہ تالیہ پیرانا ئڈ ہے؟"

"اچھا چھوڑیں...." ایڈم نے گھڑی دیکھی اور سامنے اسٹریٹ میں بنی فاتح کی رہائشگاہ کو دیکھا۔ "اندر کتنا وقت لگے گا آپ کو؟"

"ایک دستخط کروانے میں کتنا وقت لگ سکتا ہے؟"

"شاید ایک لمحہ۔ شاید پانچ سو ستاون برس۔"

ایڈم نے گہری سانس لے کر کندھے اچکائے۔ سیٹ بیلٹ کھولی اور ڈرائیونگ سیٹ پیچھے کر کے ٹیک لگالی۔ اسے تالیہ کی واپسی کا انتظار کرنا تھا۔

چند منٹ بعد.... سیکیورٹی کے مراحل گزار کے بٹلر اسے گھر کے اندر لے آیا۔ وہ گردن سیدھی رکھے اس کے عقب میں چلتی رہی۔

''داتو سری اسٹڈی میں ہیں۔''بٹلر نے راستے میں بتایا تھا۔

ہاتھ میں پکڑے فولڈر پہ اس کے ہاتھوں کی گرفت نم ہوگئی۔ یہ مرحلہ مشکل نہیں تھا۔اسٹڈی میں جانا....فاتح سے ایک کاغذ پہ سائن لینا....مشکل کچھ نہ تھا۔بس تکلیف دہ تھا۔اور تکلیف ابھی سے ہونا شروع ہوگئی تھی۔

راہداری کے دوسری طرف سے میشا آتی دکھائی دی۔تالیہ رک گئی۔بٹلر بھی رک گیا۔میشا ایک لمحے کو ہچکچائی پھر قریب آئی۔ اس کے ہاتھ میں دو خالی شاپنگ بیگز تھے۔

''چے تالیہ....ایک بات کرسکتی ہوں آپ سے؟''وہ اسے دیکھ کے سادگی سے گویا ہوئی۔(بٹلر ہاتھ باندھے چند قدم پیچھے کھڑا ہوگیا۔)''میں نے ملازموں سے سنا کہ آپ آرہی ہیں تو یہاں سے جانے کا فیصلہ کرلیا۔میں اپنا سامان پیک کر رہی ہوں۔میری وجہ سے آپ لوگوں کی زندگی میں جھگڑا ہو،میں یہ نہیں چاہتی۔''

تالیہ خاموشی سے اسے دیکھے گئی۔وہ اسی انداز میں کہے جارہی تھی۔

''آپ مجھے غلط سمجھتی ہیں لیکن بے فکر رہیے۔میں کسی غلط ارادے سے اس گھر میں نہیں آئی تھی۔داتو سری میرے لیے قابل احترام ہیں۔انہوں نے مجھے اس گھر میں جگہ دی۔برے وقت میں ساتھ دیا۔یہ بہت ہے۔میں ایک سنگل مدر ہوں چے تالیہ۔میں اپنے ایکس ہزبنڈ کی ہراسمنٹ کا شکار ہوں۔میں مردوں کی دنیا میں کام کرنے والی عورت ہوں۔مجھے ہر جگہ غلط سمجھا جائے گا جانتی ہوں۔لیکن میری زندگی میں پہلے بہت مسئلے ہیں۔میں ان میں مزید اضافہ نہیں چاہتی۔''وہ تھکی تھکی لگ رہی تھی۔

دونوں کے درمیان خاموشی چھا گئی۔

''آپ کہاں جائیں گی؟''پھر تالیہ نے قدرے ٹھہرے ہوئے انداز میں پوچھا۔

''اپنی فرینڈ کے گھر۔''پھر اس نے گہری سانس لی اور ہچکچاتے ہوئے بولی۔''میں جانتی ہوں آپ یہ پیپرز کیوں لائی ہیں۔ بچوں نے ذکر کیا تھا۔میرا معاملہ نہیں ہے اس لیے مجھے کہنا نہیں چاہیے لیکن میں بھی ایک عورت ہوں۔آپ کا چہرہ پڑھ سکتی ہوں۔آپ ڈسٹرب ہیں۔یہ کر کے (کاغذ کی طرف اشارہ کیا) آپ خوش نہیں رہیں گی۔اس لیے ایسا کچھ مت کریں جو آپ کو تکلیف دے۔اپنے فیصلے پہ غور کریں۔اس گھر میں آپ کے لیے جگہ ہے اگر آپ چاہیں۔''نرمی سے کہا۔اور آگے بڑھ گئی۔

تالیہ نے کچھ نہیں کہا۔بس بٹلر کو اشارہ کیا۔وہ اسے اسٹڈی کی سمت میں لے گیا۔

جب بٹلر نے اسٹڈی کا دروازہ کھولا تو سامنے فاتح اپنی کرسی پہ بیٹھا تھا۔دروازہ پورا کھلتا گیا تو جہاں کتابوں کے ریکس

نمایاں ہوئے وہیں تالیہ نے دیکھا' سکندر اور جولیانہ وہیں بیٹھے تھے۔ تالیہ کو دیکھ کے دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔

''ہم جائیں' ڈیڈ؟''

''ہاں۔''

''نہیں۔'' دونوں ایک ساتھ بولے۔ فاتح نے سوالیہ نظروں سے تالیہ کو دیکھا جو انہیں جانے سے منع کر رہی تھی۔ ان دونوں نے بے اختیار باپ کو دیکھا۔

''میں زیادہ وقت نہیں لوں گی۔'' وہ آگے آئی اور فولڈر ان کی میز پہ رکھا۔ فاتح نے ایک نظر فولڈر کو دیکھا اور دوسری سنجیدہ نظر اس پہ ڈالی۔

''آپ یہ سائن کر دیں تو میں جاؤں۔''

جولیانہ نے سکندر کو دیکھا۔ (ہمیں یہاں سے چلے جانا چاہیے۔)

سکندر نے اشارہ کیا۔ (خیر ہے... کھڑی رہو۔)

اسٹڈی میں بالکل سناٹا چھا گیا۔

اپنی کرسی پہ بیٹھے فاتح نے فولڈر اٹھا کے کھولا۔ سپاٹ چہرے سے اس پہ لکھی عبارت پڑھی۔ تالیہ سامنے کھڑی تھی۔ اس کا چہرہ بھی سپاٹ تھا۔ فاتح نے چہرہ اٹھا کے اسے زخمی نظروں سے دیکھا۔

''میں سائن کر کے تمہیں بھجوا دوں گا۔'' اس نے فولڈر بند کر دیا۔

تالیہ کا دل اندر ہی اندر کٹ کے رہ گیا۔ وہ کہنا چاہتی تھی کہ وہ اسے ابھی اسی وقت کاغذ سائن کر کے دے ڈالے۔ لیکن وہ یہ نہیں کہنا چاہتی تھی۔ اس نے تائیدی انداز میں سر کو خم دیا۔

''شیور۔ میں انتظار کروں گی۔'' اب وہ مڑنا چاہتی تھی اور یہاں سے چلے جانا چاہتی تھی۔ وہ بہت کچھ چاہتی تھی لیکن معلوم نہیں کیوں وہ چند لمحے مزید کھڑی رہی۔ وہ اپنی کرسی پہ بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظروں میں استفہام تھا۔

''کچھ اور؟'' اس کے انداز میں گلہ تھا۔

''ویل۔'' تالیہ نے سنجیدہ چہرہ سکندر اور جولیانہ کی طرف موڑا جو اسے انہی اجنبی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

''آپ کو اب تک یقین آ جانا چاہیے کہ میں نے عصرہ کا قتل نہیں کیا تھا۔ اور نہ ہی میں کوئی گولڈ ڈگر ہوں۔ میری اگلے ہفتے فلائٹ ہے اور میں یہاں سے جا رہی ہوں۔ ہمارے راستے اب ایک دوسرے کو نہیں کاٹیں گے۔ امید ہے میں نے اپنے اوپر لگے تمام الزام دھو ڈالے ہیں۔'' وہ پرس لیے مڑی تو جولیانہ بولی۔

''اور جو الزام آپ نے دوسروں پہ لگائے؟ ان کا کیا؟''

تالیہ بہت ضبط سے واپس پلٹی۔ فاتح نے اکتا کے ہاتھ اٹھایا۔

''اس قصے کو اب ختم کر دو، جولی۔''

''کیوں؟ کیا انہیں معذرت نہیں کرنی چاہیے؟ انہوں نے میری ٹیچر کو فراڈ ثابت کرنے کو کوشش کی۔''

وہ تڑخ کے بولی۔

تالیہ نے تعجب سے اسے دیکھا۔''میں نے اس عورت کو کچھ ثابت کرنے کی کوشش نہیں کی۔''

''کیا آپ نے نہیں کہا تھا کہ وہ فراڈ ہیں؟''

''صرف کہا تھا۔ ثابت کرنے کی کوشش نہیں کی۔ تب کرتی جب آپ لوگ میری کہی بات پہ اعتبار کرتے۔ لیکن چونکہ آپ اس کے ساتھ خوش ہیں تو میں اس معاملے میں دخل نہیں دینا چاہتی۔'' وہ ہیٹ سر پہ ٹھیک سے جماتی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ جولیانہ نے استہزائیہ انداز میں سر جھٹکا۔ ابھی اس کا ہاتھ ڈورناب پہ تھا جب فاتح نے اسے پکارا۔

''ایک منٹ۔''

وہ پیچھے نہیں مڑنا چاہتی تھی۔ پیچھے مڑنے والے نمک کے مجسمے بن جاتے ہیں اور ان مجسموں کو آنسو گھول کے بہا دیتے ہیں۔ اسے بس یہاں سے نکلنا تھا۔

''یعنی تم میشا کو فراڈ ثابت کر سکتی ہو؟'' وہ تعجب سے بولا۔ تالیہ نے گہری سانس لی اور واپس پلٹی۔

''ظاہر ہے، فاتح۔ میری ایک عمر گزری ہے اصل اور نقل پینٹنگ کا فرق معلوم کرنے میں۔''

''اچھا۔ کیسے؟'' فاتح نے پیچھے ٹیک لگا کے دلچسپی سے اسے دیکھا۔ تھوڑی دیر کے لیے وہ جیسے سارے اختلافات بھول گیا تھا۔ یا بھولنا چاہتا تھا۔

''پلیز ،تالیہ....'' جولیانہ کوفت سے بولی۔''میری ٹیچر کی فوٹو گرافز نقل نہیں ہیں۔''

تالیہ نے افسوس سے جولیانہ کو دیکھا اور گردن دائیں بائیں ہلائی۔''اونہوں۔ میں اصلی پینٹنگ ہوں۔ وہ نقلی ہے۔''

''ڈیڈ.... آپ اس خاتون کو کیوں سن رہے ہیں؟ مسز میشا کی سیکیورٹی کلیئرنس.....''

مگر فاتح نے سکندر کو ہاتھ اٹھا کے خاموش کروا دیا۔

''میں سن رہا ہوں۔'' تالیہ کو بات جاری رکھنے کا اشارہ کیا۔

تالیہ ہلکا سا مسکرائی۔''اس کو بلا کے پوچھیں کہ وہ کہاں جا رہی ہے۔'' وہ رکی۔''وہ سیدھی کہاں جا رہی ہے۔ اور اس کے

جواب میں اپنا جواب ڈھونڈیں۔''

فاتح نے انٹر کام اٹھایا اور ییشا کو بلانے کو کہا۔ اس کی نگاہیں ابھی تک تالیہ پہ جمی تھیں۔

چند لمحے بعد دروازے پہ دستک ہوئی اور ییشا اندر داخل ہوئی۔ اس کا ہینڈ بیگ کندھے پہ تھا اور اس نے سفید ہیٹ پہن رکھا تھا۔ ایک نظر سب کے منتظر چہروں کو دیکھا۔ تالیہ پیچھے بک شیلف سے ٹیک لگائے کھڑی ابھی تک فاتح کو دیکھ رہی تھی۔

''ییشا... آپ کی تیاری مکمل ہو گئی؟ میں نے سنا ہے کہ آپ جا رہی ہیں؟'' فاتح نے نارمل انداز میں پوچھا۔ جواباً وہ سادگی سے مسکرا دی۔

''جی' داتو سری۔ میں بس نکلنے ہی والی ہوں۔''

''آپ کہاں جائیں گی؟''

''اپنی فرینڈ کی طرف۔''

''سیدھی وہیں جائیں گی؟ میرا مطلب ہے کہیں اور تو نہیں جائیں گی؟''

''جی نہیں۔'' ییشا نے گہری سانس اندر کھینچی۔ ''میرا ایکس ہزبنڈ ابھی تک مفرور ہے۔ اس لیے بے فکر رہیں۔ میں سیدھی اپنی فرینڈ کی طرف جاؤں گی اور وہیں رہوں گی۔''

تالیہ ابھی تک فاتح کو دیکھ رہی تھی۔ اس جواب پہ مسکرائی اور ابرو اٹھایا۔ ''کیا میں نے ثابت نہیں کر دیا اصلی اور نقلی پینٹنگ کا فرق؟''

ییشا نے ناسمجھی سے اسے دیکھا اور پھر فاتح کو۔ تالیہ نے اپنا بیگ اٹھایا اور ہیٹ کو دو انگلیوں سے ماتھے پہ مزید جھکاتے ہوئے مسکرا کے باہر نکل گئی۔ وہ اب اس سے زیادہ یہاں نہیں ٹھہر سکتی تھی۔

''میں جاؤں' داتو سری؟'' ییشا نے اجازت چاہی۔

''ییشا... آپ کو معلوم ہے اصلی اور نقلی پینٹنگ کا فرق کیسے معلوم کیا جاتا ہے؟'' فاتح نے اس پہ نگاہیں مرکوز کیے کہا۔ وہ اپنی کرسی پہ بیٹھا تھا اور ییشا دروازے کی چوکھٹ پہ کھڑی تھی۔ ''اس ایک چیز سے جو اصلی پینٹنگ میں نہیں تھی اور اسے نقلی پینٹر نے اپنی پینٹنگ میں ڈال دیا۔ آپ کی اور تالیہ کی کہانی میں ایک چیز کا فرق ہے۔''

''میں سمجھی نہیں۔'' اس نے اچنبھے سے فاتح کو دیکھا۔

''آپ کی ایک بیٹی بھی ہے۔'' وہ بالکل اجنبی ٹون میں کہتے ہوئے اٹھا۔ ''اور ایک ماں کی پہلی instinct اپنے بچے کی حفاظت ہوتی ہے۔ آپ نے کہا تھا کہ آپ کی دوست کا فارم ہاؤس شہر سے دور ہے۔ لیکن آپ سیدھی وہاں جا رہی ہیں۔ ایمی

کو اسکول سے پک کیے بغیر۔'' وہ دروازے کی طرف آیا۔ ییشا کا ہاتھ ڈور ناب پہ تھا۔ فاتح نے نرمی سے اس کا ہاتھ وہاں سے ہٹایا' اور دروازہ بند کیا۔

''سکندر... باہر جاؤ اور سیکیورٹی ٹیم کو بلاؤ۔ ان سے کہو باہر انتظار کریں۔ اور تم ییشا... تم یہاں بیٹھو اور مجھے بتاؤ کہ تم کون ہو۔'' اس نے سنجیدگی سے صوفے کی طرف اشارہ کیا۔

ییشا چند لمحے بالکل ساکت سی اس کو دیکھتی رہی۔ پھر ایک دم وہ ہنس پڑی۔

''دو سال لگے آپ کو مجھے پکڑنے میں۔ ناٹ بیڈ۔'' اس نے مسکرا کے ہیٹ اتارا اور آرام سے سامنے رکھے صوفے کی طرف بڑھ گئی۔ پھر اس پہ بیٹھی' ٹانگ پہ ٹانگ جمائی اور کہنی صوفے کے ہتھ پہ رکھے دلچسپی سے اسے دیکھا۔

''ذوالکفلی ٹھیک کہتا تھا۔ تالیہ آپ کی زندگی میں واپس آ گئی ہے اور صرف وہی مجھے پکڑ سکتی ہے۔ مجھے پہلے نکل جانا چاہیے تھا لیکن اٹس او کے۔'' مسکرا کے شانے اچکائے۔ ''No regrets''

اسٹڈی میں ششدر سا سناٹا چھایا تھا۔ سکندر تو ہکا بکا تھا ہی.... لیکن جولیانہ... اس کی رنگت فق ہو گئی تھی۔

''میم.....آپ مذاق...''

''پلیز شٹ اپ جولیانہ۔'' ییشا نے فاتح کو دیکھتے ہوئے دایاں ہاتھ جھلا کے اشارہ کیا۔ ''تم بہت annoying اور بہت spoiled ہو۔''

ییشا کا لہجہ اب وہ پوش' مہذب لہجہ نہیں رہا تھا جسے سننے کا وہ عادی تھا۔ بلکہ کے ایل کی تاریک گلیوں میں سلینگ بولنے والے نوجوانوں جیسا ہو گیا تھا۔

فاتح نے سکندر کو اشارہ کیا۔ وہ تیزی سے دروازے سے باہر نکل گیا۔ فاتح نے میز پہ رکھا فون اٹھایا اور سختی سے بولا۔

''مسز ییشا اندر میرے ساتھ ہیں۔ سیکیورٹی سے کہہ دو' وہ باہر نہیں جائیں گی۔ ایک اور سیکیورٹی ٹیم کو میری اسٹڈی کے باہر تعنیات کر دو۔ میں مسز ییشا سے چند باتیں کہہ لوں' پھر تم ان کو لے جا سکتے ہو۔'' فون رکھ کے جولیانہ کو دیکھا جو پلکیں تک نہیں جھپک پا رہی تھی۔ آنسو اس کی آنکھوں میں تیر رہے تھے۔

''جولی...تم جاؤ۔''

''ہاں' جولی.... پلیز تم جاؤ۔ داتو سری ویسے بھی مجھے دس منٹ سے زیادہ یہاں نہیں روک سکیں گے۔'' وہ جو اطمینان سے بیٹھی تھی' اسی انداز میں بولی۔ اس کا اعتماد.... اس کی بے خوفی.... فاتح نے جولیانہ کو وہاں سے بھیجا... اور خود کرسی کھینچ کے اس کے سامنے بیٹھا۔

"تو تمہیں ذوالکفلی نے بھیجا ہے۔"

"آف کورس مجھے ذوالکفلی نے بھیجا ہے۔ کوئی اور مجھے دو سال کے لیے اتنا معاوضہ دے بھی نہیں سکتا۔"

"دو سال.... ایک طویل عرصہ ہے۔ تم صرف معاوضے کے لیے نہیں یہاں رہیں۔" وہ غور سے اس کی آنکھوں میں چھپی مسکراہٹ پڑھ رہا تھا۔ فاتح کا چہرہ ایسا کرتے ہوئے بالکل سپاٹ تھا۔ اندر ابلتے طوفانوں کو اندر دبائے وہ بظاہر بالکل پرسکون تھا۔

"یہ ایک بہترین کور تھا۔ شہر کے امراء تک رسائی۔ اسٹوڈنٹس کے گھروں میں نقب لگانا۔ طاقتور لوگوں کے اہم راز ان کے بچوں کی زبانی سننا۔ ٹیچر اور ڈاکٹر کو لوگ سب بتا دیتے ہیں۔ اور انفارمیشن کی قیمت ہوتی ہے۔"

"تمہارے آئی ڈی کارڈز.... پاسپورٹ.... کسی چیز پہ بھی کوئی ریڈ فلیگ نہیں تھا۔"

"کیونکہ میرے پاس اونچے عہدوں والے دوست ہیں' داتو سری۔ کیونکہ میں اپنے کام میں اچھی ہوں۔ تالیہ مراد سے بہت بہتر۔ شاید بیسٹ۔" وہ ٹانگ پہ ٹانگ رکھے پاؤں جھلا رہی تھی۔

"اور تم نے میری بیٹی کو استعمال کیا؟"

"نہ صرف آپ کی بیٹی کو بلکہ اس کی سائیکولوجسٹ کو جس کے پاس اس کی تھیراپی ہو رہی تھی۔ اس کی کیس فائلز سے یہ معلوم کرنا کہ آپ کو ہوم ٹیوٹر کی تلاش ہے' یا جولیانہ کو کس طرح کی ٹیچر چاہیے' بہت آسان تھا۔ میں امیدواروں کی قطار میں داخل ہو گئی اور آپ نے مجھے خود چنا۔ ایسے جیسے یہ آپ کا اپنا آئیڈیا ہو۔"

اسٹڈی میں وہ دونوں تھے اور خاموش کتابیں تھیں۔ وہ کسی سانپ کی طرح دھیمی آواز میں بول رہی تھی۔ نظریں فاتح کی آنکھوں سے ہٹائے بغیر۔ اس کے چہرے پہ ایک عجیب تمسخر تھا جس کو وہ کوئی نام نہیں دے پا رہا تھا۔

"اور ایمی؟ وہ تمہاری بیٹی نہیں ہے؟"

"ہاں۔ وہ بھی ذوالکفلی کی ایک اسٹوڈنٹ ہے۔ لیکن اس کی فکر مت کریں۔ اس کو اسکول سے کسی نے پک کر لیا ہوگا۔ وہ اپنا خیال خود رکھ سکتی ہے۔" اس نے کندھے اچکائے۔ "اور کچھ؟"

"تم ہم سے تالیہ کے بارے میں ہمیشہ اچھی باتیں کیا کرتی تھی۔"

"ڈونٹ یو انڈراسٹینڈ' داتو سری؟ وہ ایک رول تھا۔ میشا تاج۔ ایک اچھی ٹیچر۔ کون آرٹسٹ پورے آرٹسٹ ہوتے ہیں۔" وہ جوش سے کہنے لگی۔ "وہ ایک کردار تخلیق کرتے ہیں اور اسے آخر تک نبھاتے ہیں۔"

"جب تالیہ نے تم پہ شک کا اظہار کیا تو تم بھاگی کیوں نہیں؟" وہ سوچتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔

''کیونکہ مجھے ذوالکفلی نے تالیہ کی جگہ لینے بھیجا تھا یار۔ میں نے آخری حد تک کوشش کرنی تھی۔ لیکن آج مجھے احساس ہوا کہ یہ ممکن نہیں ہے۔ میں بھاگ ہی رہی تھی۔ لیکن پھر آپ نے مجھے پکڑ لیا۔ سمپل۔'' اس نے شانے اچکائے۔ اس کے انداز میں کچھ عجیب سا تھا۔ وہ بالکل پرسکون اور پراعتماد تھی۔

''کتنے افسوس کی بات ہے۔ میں نے اور میری بیٹی نے تم پہ اعتماد کیا۔ تمہیں گھر میں جگہ دی۔ اور تم سارا وقت ہمارے ساتھ جھوٹ بولتی آئیں؟ مجھے تمہارے لیے افسوس ہے' ایشا۔ تم اپنی زندگی میں جھوٹے رشتوں کے سوا کچھ نہیں پاؤ گی۔''

''اور آپ جیسے سچ بولنے والوں کی زندگی میں کیا ہے؟ یہ اونچا محل؟ خالی دیواریں؟ اپنی کرسی کو بچانے کی فکر؟ ہونہہ۔'' وہ مسکرا کے اٹھی۔ ''میں جاؤں؟''

''اور تمہیں کیوں لگا کہ میں تمہیں جیل بھیجنے کے بجائے یہاں سے جانے دوں گا۔''

''اوہ آپ مجھے ابھی بہت عزت سے رخصت کرنے والے ہیں' داتو سری۔'' وہ مسکرا کے بولی۔ ''کیونکہ میرے پاس ایک انشورنس پالیسی ہے۔''

''انٹرسٹنگ۔ کیا ہے وہ پالیسی؟''

''میں ذوالکفلی کے اس کام کے لیے اس لیے راضی ہوئی تھی کیونکہ اس نے مجھے بچ نکلنے کا راستہ دکھا دیا تھا۔'' وہ صوفے پہ آگے کو ہوئی اور اس کی طرف جھکی۔ ''میری انشورنس پالیسی ہے تالیہ مراد۔''

فاتح نے چبھتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ مسکرا کے کہہ رہی تھی۔

''تالیہ نے بہت سے جرائم ذوالکفلی کے ساتھ مل کے کیے ہیں۔ اس کے پاس ان کے ثبوت ہیں۔''

''وہ ان جرائم کے لیے معافی نامہ حاصل کر چکی ہوں۔''

''ہاں تو میں کب کہہ رہی ہوں کہ میں ان ثبوتوں کو پولیس کے حوالے کر دوں گی؟ اونہوں۔'' ایشا نے دائیں سے بائیں گردن ہلائی۔ ''اگر آج میں صحیح سلامت یہاں سے نہ نکلی تو ذوالکفلی ان ساری چیزوں کو میڈیا پہ دے دے گا۔ انٹرنیٹ کی دنیا کریزی ہوتی ہے' داتو سری۔ وہاں perception ہی سب کچھ ہوتا ہے۔ تالیہ مراد کے جرائم کا پنڈورا باکس کھل جائے گا۔ ابھی تو بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ تالیہ ایک کون آرٹسٹ تھی۔ اس کا معافی نامہ بھی صوفیہ رحمٰن نے seal کروا دیا تھا۔ کوئی اسے کھول بھی نہیں سکتا۔ لیکن... اگر میری زبان کھل گئی تو...'' اس کی آواز ہلکی ہوگئی۔ وہ بنا پلک جھپکے فاتح کی آنکھوں میں جھانک رہی تھی۔

''تو سارا ملک جان جائے گا۔ سارا ملک یہ بھی پوچھے گا کہ صوفیہ رحمٰن نے کیسے ایک مجرم کو معاف کر دیا۔ تالیہ مراد ابھی

ابھی ایک الزام سے نکلی ہے۔وہ اگلی صبح کا سورج طلوع ہونے سے پہلے ایسے کئی اسکینڈلز میں گھر جائے گی۔جن لوگوں کی چیزیں اس نے چرائی تھیں یا ان کو لوٹا تھا'وہ بدلہ لینے نکل آئیں گے۔اس دفعہ تالیہ پہ لگنے والے الزامات سچے ہونگے۔اب آپ بتائیں داتو سری...آپ مجھے یہاں روکیں گے یا عزت سے جانے دیں گے؟"

یہ وہ ایشا نہیں تھی جسے وہ اتنے عرصے سے جانتا تھا۔یہ چمکتی آنکھوں اور عامیانہ لہجے میں بولنے والی عورت کوئی اور تھی۔

فاتح خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔اس کی آنکھیں ایشا کی آنکھوں پہ جمی تھیں۔

"گھڑی کی سوئیاں آپ کا وقت کم کر رہی ہیں۔مجھے گیارہ بجے سے پہلے اس گھر سے باہر ہونا چاہیے۔ورنہ تالیہ کے ساتھ بہت برا ہوگا۔کیا آپ اس کی عزت سے زندگی گزارنے کی خواہش پوری نہیں ہونے دیں گے؟"

وان فاتح نے ایک ٹھنڈی سانس کھینچی اور ایشا کو معلوم تھا وہ جیت چکی ہے۔

"تم یہاں سے خالی ہاتھ جاؤ گی۔تم اپنا سامان'اپنی چیزیں'سب یہاں چھوڑ کے جاؤ گی اور دوبارہ میرے گھر یا میرے بچوں کے قریب بھی نہیں آؤ گی۔اور تم کبھی بھی تالیہ کو ہرٹ کرنے کی کوشش نہیں کرو گی۔"

"اینڈ.....وی ہیو اے ڈیل۔"ایشا نے مسکرا کے دونوں ہاتھ اٹھائے۔

کچھ دیر بعد ایشا تاج اس گھر کے گیٹ سے باہر نکل رہی تھی۔جولیانہ اپنے کمرے میں بند ہوگئی تھی اور سکندر...وہ اسٹڈی کے ایک کونے سے دوسرے کا چکر کاٹتے ہوئے غصے سے کہہ رہا تھا۔

"ڈیڈ.....وہ عورت.....وہ فراڈ تھی...آپ اس کو کیسے جانے دے سکتے ہیں؟"وہ بار بار پیشانی چھوتا تھا۔رنگت سرخ پڑ رہی تھی۔

"ہم اس کو روک نہیں سکتے تھے۔"وہ سنجیدگی سے بولا۔اس کے چہرے پہ ڈھیروں ملال تھا۔

"وہ آپ کو نقصان پہنچائے گی۔ڈیڈ میں آپ کو بتا رہا ہوں.....یہ یہاں سے جا کے بھی کچھ ایسا ضرور کرے گی جس سے آپ کو نقصان ہو۔"

فاتح سوگواریت سے مسکرایا اور کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔

"تمہیں لگتا ہے میں یہ بات نہیں جانتا؟"اور دروازے سے باہر نکل گیا۔سکندر بے بسی سے اسے دیکھتا رہ گیا۔وہ اب پورے گھر میں جولیانہ کو آوازیں دے رہا تھا۔جولیانہ کو اس صدمے سے نکلنے میں اب ایک لمبا عرصہ لگنا تھا'وہ جانتا تھا۔

وہ فولڈر اس کی اسٹڈی ٹیبل پہ رکھا رہ گیا۔

"کیا انہوں نے دستخط کیے؟"تالیہ جب واپس کار میں آئی تو ایڈم نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

''نہیں لیکن ان کو میشا کی حقیقت جلد معلوم ہونے والی ہے۔'' وہ کچھ مضمحل سی لگ رہی تھی۔ ساری تفصیل سن کے ایڈم نے بے اختیار ماتھے کو چھوا۔

''یعنی ثابت ہوا...تالیہ مراد کے اندازے غلط نہیں ہوتے۔'' پھر اس نے جھرجھری لی۔ ''آپ چلی کیوں آئیں؟ وہاں رہ کے میشا کے تاثرات کیوں نہیں دیکھے؟''

''میں فاتح کو افسردہ نہیں دیکھنا چاہتی تھی' ایڈم۔'' وہ پر ملال لگ رہی تھی۔ ایڈم نے کار سڑک پہ ڈال دی تھی اور اب ڈرائیو کرتے ہوئے گاہے بگاہے اس کو دیکھ رہا تھا جو پریشان سی کھڑکی کی طرف چہرہ موڑے ہوئے تھی۔

''ایک بات مجھے سمجھ نہیں آئی۔'' تھوڑی دیر بعد تالیہ نے اپنے خدشے کو زبان دی۔ ''میشا وہاں رکی کیوں رہی؟ جب میں نے اس سے ٹیڑھے سوال پوچھے تھے...اس روز ڈنر پہ...تو اس کا کور خراب ہو چکا تھا۔ اسے وہاں سے بھاگ جانا چاہیے تھا۔ اس نے اتنے دن انتظار کیوں کیا؟''

''کیونکہ وان فاتح اس پہ ابھی تک بھروسہ کیے ہوئے تھے۔''

''نہیں' ایڈم۔ وہ عورت ان کو نقصان پہنچائے گی۔''

''تو آپ کو فکر کیوں ہے؟ آپ تو ویسے بھی ان کو چھوڑ کے جا رہی ہیں۔ اب آپ یہاں نہیں ہوں گی تو بھلے کوئی بھی ان کو نقصان پہنچائے۔ آپ کو کیا؟''

تالیہ کے ماتھے پہ شکنیں پڑیں۔ اس نے ناگواری سے ڈرائیو کرتے ہوئے ایڈم کو دیکھا۔

''میں نے صرف دایاں ہاتھ کٹوانے کی بات کی تھی یا زبان کی بھی؟''

ایڈم نے افسوس سے اسے دیکھ کے سر جھٹکا۔ ''دنیا ادھر سے ادھر ہو گئی' لیکن شہزادی تاشہ کی رعونت نہیں گئی۔''

''جائے گی بھی نہیں۔'' وہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔ جو بھی تھا' وہ اب اس بارے میں نہیں سوچے گی۔ وہ ہر ایک کو بچانے کی فکر اب نہیں کرے گی۔ بس۔

☆☆=========☆☆

ملاکہ شہر میں سلطنت محل اب ایک میوزیم بن چکا تھا۔ یہ وہ سلطنت محل نہیں تھا جس میں ایک زمانے میں شہزادی تاشہ داخل ہوئی تھی۔ مراد راجہ کی موت کے چند سال بعد پرتگالی ملاکہ پہ قابض ہوئے اور اس محل کو جلا کے راکھ کر دیا۔ صدیوں بعد پرانے نقشے دریافت ہوئے اور ان کتابوں کی مدد سے ہو بہو ویسا ہی محل تعمیر کیا گیا۔

لکڑی کا یہ خوبصورت محل گو کہ وہی تھا لیکن...یہ وہ نہیں تھا۔ وہ ایسے بدل چکا تھا جیسے انسان بدل جاتے ہیں۔ ڈھانچہ وہی

رہتا ہے۔ نقش وہی ہوتے ہیں۔ لیکن ان کا دل بدل جاتا ہے۔ پرانا جل کے راکھ ہو جاتا ہے اور جو نیا دل اس کی جگہ لیتا ہے اس میں گوشت کم اور پتھر زیادہ ہوتا ہے۔

اس محل کو دیکھنے سیاح دن رات دور دور سے آتے تھے۔ انسٹا وردی فوٹوز کھنچواتے' وہاں درج تحریریں پڑھتے' ہنستے بولتے کھاتے پیتے وہاں سے رخصت ہو جاتے۔

کچھ البتہ پچھلے طرف بنے احاطے میں بھی جاتے تھے جہاں گزشتہ سلاطین کی قبریں موجود تھیں۔ پتھریلی کتبوں والی یہ قبریں پرتگالیوں کی آگ سے محفوظ رہ گئی تھیں۔ وہاں تین چار قطاریں بنی تھیں اور اپنے وقت کے طاقتور ترین حکمران ایک ہی صف میں ابدی نیند سو رہے تھے۔

ان قبروں کی وسطی قطار میں تالیہ مراد موجود تھی۔ سر پہ سیاہ اسکارف اوڑھے' وہ دعا کے انداز میں ہاتھ باہم ملائے ایک قبر کے سامنے کھڑی تھی۔ اس کی گلابی آنکھیں کتبے پہ جمی تھیں۔

''سلطان مراد راجہ''

آنکھ سے آنسو گرا اور گال پہ بہہ گیا۔ اس نے اپنے لمبے سیاہ کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور وہ قدیم طرز کا لفافہ نکالا۔ لفافے کے اندر سے خط نکالا اور وہ تحریر پھر سے پڑھنے لگی۔

اس کا باپ مر چکا تھا۔ اس کی قبر سامنے تھی۔

لیکن کسی اور دنیا میں اس کا باپ زندہ تھا۔ اور وہ اس کا انتظار کر رہا تھا۔

اس نے بھیگی آنکھیں بند کیں۔ گرم آنسو گال پہ لڑھکنے لگے۔ اس نے قبر پہ ہاتھ پھیرا۔

''میرے آپ سے سارے گلے دور ہو چکے ہیں' بابا۔ لیکن میں اب واپس نہیں جا سکتی۔ کیونکہ میں نے آپ کو ہر صورت موت کے ہاتھوں کھو دینا ہے۔ وہ میری دنیا نہیں ہے۔ یہ میری دنیا ہے۔ تالیہ نے زندگی میں بہت سے غلط فیصلے کیے ہیں۔ اب بھی شاید کر رہی ہے۔ لیکن بابا... میں اپنی دنیا نہیں چھوڑ سکتی۔ میری دعا ہے کہ آپ اپنی موت سے پہلے مجھے معاف کر دیں۔ میں نے آپ کا دل دکھایا تھا لیکن میں خود بھی دکھی ہوں۔''

وہ زیر لب بڑبڑا رہی تھی۔ آنسو تھوڑی سے نیچے گردن پہ ٹپک رہے تھے۔

اس احاطے کے باہر ایڈم اور داتن منتظر سے کھڑے اسے دیکھ رہے تھے۔ تالیہ کی ان کی جانب پشت تھی۔ دور سے وہ بس سر جھکائے کھڑی نظر آ رہی تھی۔

وہ دونوں ایک درخت کے ساتھ کھڑے اس کے منتظر تھے۔ دونوں خاموش تھے۔ دونوں اداس تھے۔

پھر داتن کھنکھاری۔ ''تالیہ واپس جانے کا تو نہیں سوچے گی؟''

''یہ ناممکن ہے' داتن۔ وہ اپنے بابا کے خط کے بعد سے گلٹی ضرور ہیں لیکن بے وقوف نہیں ہیں۔''

دونوں کے درمیان خاموشی کا وقفہ آ گیا۔ پھر داتن گویا ہوئی۔

''وہ فاتح کو چھوڑ رہی ہے۔ تم جانتے ہو۔ پھر بھی تم نے اس سے اب تک بات کیوں نہیں کی؟''

ایڈم نے سن گلاسز اتارے اور مسکرا کے داتن کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں زمانے بھر کی اداسی تھی۔

''پہلے مجھے ڈر تھا کہ وہ میرا انتخاب نہیں کریں گی۔ لیکن اب بات انتخاب سے آگے نکل چکی ہے۔ یہ جو دل ہوتا ہے نا' اس میں ایک وقت میں ایک شخص سما سکتا ہے اور جب تک وہ نہ نکلے کسی دوسرے کو اس میں داخل ہونے کی خواہش نہیں کرنی چاہیے۔''

''کیا تم اس کے دل سے فاتح کے نکلنے کا انتظار کرو گے؟''

''نہیں' داتن۔ جس کے محبوب کے دل میں کوئی اور ہو' اور وہ پھر بھی اس کو پانے کے لیے جتن کرتا رہے' ایسا شخص ہمیشہ مغموم رہتا ہے۔ محبوب کے لیے دودھ کی نہر کھودنا یا زہر کھانا آسان ہوتا ہے۔ جانتی ہو مشکل کیا ہوتا ہے؟''

ایڈم اس کی طرف گھوما۔ وہ سرما کی دھوپ میں کھڑا تھا اور داتن چھاؤں میں۔ دھوپ اور سایے میں تین قدموں کا فاصلہ تھا۔ داتن نے ماتھے پہ ہاتھ کا چھجا بنا کے اسے دیکھا جس کے ارد گرد سے روشنی کی تیز شعاعیں نکل رہی تھیں۔

''کیا مشکل ہوتا ہے؟''

''اس کی محبت سے موو آن کر کے آگے بڑھ جانا۔ کسی کو ان لو نہیں کیا جا سکتا' میں مانتا ہوں۔ لیکن اپنے دل کو اس کی خواہش سے خالی کیا جا سکتا ہے۔''

''نہیں کیا جا سکتا۔''

''مگر میں کرنے کی کوشش کروں گا۔ کیونکہ جب دو لوگ ایک دوسرے سے محبت کرتے ہوں' تو کسی تیسرے کو ان کے درمیان کی لکیر نہیں بننا چاہیے۔ ایڈم بن محمد میں اتنی سیلف اسٹیم ہے کہ وہ ٹھکرائے جانے کا انتظار کیے بغیر ہی اس تکون سے الگ ہو جائے۔ میں ان سے کچھ نہیں کہوں گا' داتن۔ کیونکہ اب میں خود سے بھی محبت کرتا ہوں۔ اور اگر میں ان کے درمیان میں آیا تو ایڈم کو ایڈم کبھی معاف نہیں کر سکے گا۔''

سیاہ لباس والی تالیہ اب قبروں کی قطار سے نکل کے ان کی طرف آ رہی تھی۔ وہ دونوں خاموش ہو گئے۔ وہ خط تہہ کرتے ہوئے' آنکھیں رگڑتی احاطے سے باہر نکلی۔ ان کے پاس پہنچنے تک اس کی آنکھیں خشک ہو چکی تھیں۔ وہ خط کو پرس میں ڈالنے

لگی کہ داتن نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"کیا میں اس کا لفافہ رکھ سکتی ہوں؟ یہ اینٹیک ہے اور میرے کام آئے گا۔"

"نہیں۔" تالیہ نے سختی سے کہا اور خط اندر پرس میں ڈال دیا۔ "یہ میرے پاس میرے بابا کی آخری نشانی ہے۔"

داتن نے خفت سے کندھے اچکائے۔ "او کے۔ او کے۔ سوری۔" پھر گھڑی دیکھی۔ "کہیں چل کے کھانا کھاتے ہیں۔"

"مجھے بھوک نہیں ہے۔" وہ مغموم سے انداز میں بولی۔ اس کی ناک ابھی تک سرخ پڑ رہی تھی۔

"تالیہ.... ہم تینوں آخری دفعہ ملاکہ ساتھ آ رہے ہیں۔ تم اگلے ہفتے ہمارا ملک چھوڑ کے چلی جاؤ گی۔ ہم پھر کب آ سکیں گے بھلا؟ کم از کم آج کا دن یہ اداس شکل نہ بناؤ اور اچھی یادیں لے کر جاؤ۔"

داتن قدرے خفگی سے بولی تو تالیہ جبراً مسکرائی اور اثبات میں سر ہلایا۔ وہ بھی ایڈم کی طرح دھوپ میں کھڑی تھی۔

"اور یہ طے ہے کہ آپ اپنا ارادہ نہیں بدلیں گی؟" ایڈم نے بغور اسے دیکھا۔

"نہیں۔ میں مزید اس ملک میں نہیں رہنا چاہتی۔ مجھے یہاں سے دور جانا ہے۔"

"کہا نا۔ یہ کام نہیں کرتا۔" ایڈم نے ابرو اچکا کے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ وہ گہری سانس لے کر اس کے ساتھ ہو لی۔ داتن ایک قدم پیچھے تھی۔

"آج کے دن تم اپنا سارا وقت مجھے اور ایڈم کو دو گی' تالیہ۔" داتن ساتھ چلتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "آج کے دن تم اپنی آزادی کو انجوائے کرو گی۔ اگر فاتح سے دور جانے کا فیصلہ کیا ہی ہے تو اس کو برداشت بھی کرو۔ آج ہم فاتح کے بارے میں کوئی بات نہیں کریں گے۔"

"شیور۔ کون فاتح؟" شہزادی نے شانے اچکا کے کہا اور گیلی سانس ناک سے اندر کھینچی۔

داتن مسکرا دی۔ ایڈم نے البتہ اپنی مسکراہٹ چھپا لی تھی۔

چلتے چلتے تالیہ نے چہرہ اٹھا کے آسمان کو دیکھا جہاں آج ایک روشن دن نکلا تھا۔ پھر اس نے آنکھیں بند کر کے گہری سانس لی۔

ہاں آج کے دن وہ نہ فاتح کی فکر کرے گی' نہ اس کے بارے میں سوچے گی۔ آج کا دن وہ اپنا رنگ میں رہے گی۔ وہ سیاہ ہے اور اسے کسی دوسرے کو بچانے کی فکر نہیں کرنی چاہیے۔

وہ تینوں ایک ریستوارن میں داخل ہوئے اور ایک میز کے گرد رکھی تین کرسیاں ایک ساتھ کھینچیں۔

پھر کرسیاں کھینچتے ہاتھ تینوں کے ایک ساتھ رکے۔

گردنیں اوپر ٹی وی اسکرین کی طرف اٹھیں۔

آنکھیں وہیں ساکت ہوگئیں۔ جیسے ریستوران میں دوسرے لوگوں کی ہو چکی تھیں۔

اسکرین پہ وان فاتح کا چہرہ دکھائی دے رہا تھا۔ اور ساتھ چلتی خبر سب کو ہکا بکا کر گئی تھی۔

”پردھان منتری ایک نئے مسئلے کا شکار۔“

اسکرین پہ نظر آتی نیوز کاسٹر سپاٹ چہرے اور روبوٹ مسکراہٹ کے ساتھ بتا رہی تھی۔

”پردھان منتری وان فاتح بن رامزل کی پندرہ ہزار چھے سو بہتر ای میلز انٹرنیٹ پہ جاری کر دی گئیں۔ ناظرین کی معلومات کے لیے بتاتے چلیں کہ پولیٹکولیکس ایک ایسا بین الاقوامی پورٹل ہے جہاں گزشتہ کئی برس سے سیاستدانوں‘ خفیہ ایجنسیوں اور سلیپر سٹیز کے سیکرٹ ڈاکومنٹس‘ ای میلز اور پرائیوٹ ویڈیوز نشر کی جاتی ہیں۔ یہ مواد اس ویب سائٹ کو یا ہیکنگ کے ذریعے ملتا ہے یا وسل بلوورز کے ذریعے۔

”مگر دلچسپ بات یہ ہے کہ وان فاتح کی جو ای میلز لیک کی گئی ہیں وہ ذاتی نوعیت کی نہیں ہیں۔ وہ سرکاری نوعیت کی ہیں۔ ان میں سیاسی دعوات ناموں سے لے کر فوجی عہدیداروں کے ساتھ کی جانے والی باتیں بھی شامل ہیں۔ ہمارے تجزیہ کاران ای میلز کا جائزہ لے رہے ہیں لیکن ان کا کہنا ہے کہ ان میلز میں موجود مواد ملکی سلامتی کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ یہ وان فاتح کے پہلے دورِ حکومت سے متعلق ہے اور اس میں روٹین کے امور کی بات کی گئی ہے۔ لیکن....“ نیوز کاسٹر نے وقفہ دیا۔ ”اگر یہ نقصان پہنچائیں گی تو صرف ایک شخص کو....“

”وان فاتح کو۔“ ایڈم بے یقینی سے اسکرین کو دیکھ کے بڑبڑایا۔ داتن نے تعجب سے اسے دیکھا۔

”کیوں؟ یہ ذاتی ای میلز نہیں ہیں۔ اور وہ کہہ رہے ہیں نا کہ ان میں کوئی بہت خفیہ یا نازک باتیں نہیں کی گئیں۔ اور یہ ان کے پہلے دورِ حکومت کی ہیں۔ تو ان کو نقصان کیوں پہنچائیں گی؟“

”مسئلہ یہ نہیں ہے کہ ان ای میلز میں کیا ہے۔“ نیوز کاسٹر اونچی آواز میں کہہ رہی تھی۔ داتن اپنا جواب اس کی رپورٹ میں ڈھونڈنے لگی۔ ”مسئلہ یہ ہے کہ پردھان منتری نے یہ ای میلز اپنے اس ای میل ایڈریس سے بھیجی ہیں جو پرائیوٹ سرور پہ ہے۔ یہ پرائیوٹ سرور پردھان منتری کی اپنی ویب سائٹ کا ہے جسے وہ کئی برسوں سے استعمال کر رہے ہیں۔“

”اوہ نو... فاتح نے پی ایم بننے کے بعد ای میل سرور تبدیل نہیں کیا۔“ تالیہ شاک سے اسکرین کو دیکھ رہی تھی۔

”پردھان منتری گزشتہ کئی سالوں سے پرائیوٹ سرور استعمال کر رہے ہیں جو کہ ایک بہت بڑی غفلت ہے۔ اس اہم عہدے پہ ہونے والے عہدیدار کو پرائیوٹ سرور نہیں بلکہ گورنمنٹ کا سرور استعمال کرنا چاہیے تھا۔“

''گورنمنٹ کے سرور بھی ہیک ہو سکتے ہیں۔'' داتن نے بے چینی سے کہا۔

''تب وہ فاتح صاحب کی غلطی نہ ہوتی۔ یہ ہے۔'' ایڈم نے افسوس سے اسکرین کو دیکھا۔ ''جب تک کچھ غلط نہیں ہوا ہوتا' انسان احتیاط نہیں کرتا۔ پہلے کب کسی کا پرائیوٹ سرور ہیک ہوا ہے جو وہ ایسا سوچتے۔''

''یہ میلز ہیک نہیں ہوئیں۔'' تالیہ نے چہرہ ان کی طرف موڑا۔ اس کی آنکھیں گلابی ہو رہی تھیں۔ وہ شدید ڈسٹرب نظر آ رہی تھی۔ ''ان کا پرائیوٹ سرور بہت سیکیور تھا۔ اس کو ہیک کرنا آسان نہیں تھا۔ اس لیے ذوالکفلی نے ان کے گھر میں ییشا کو داخل کروایا تھا۔ تاکہ کسی طرح اسے ان کے اسٹڈی روم تک رسائی مل جائے۔ اتنے برس ییشا ان کی کمزوری ڈھونڈتی رہی۔ اور پھر ایک دن اسے اندازہ ہو گیا کہ وہ پرائیوٹ سرور استعمال کر رہے ہیں۔ اسی لیے وہ ان کے گھر رہنے آئی۔ وہ رات کو ان کی اسٹڈی میں گئی اور ان کے لیپ ٹاپ کے ذریعے یہ میلز ڈاؤن لوڈ کیں۔''

اس نے کرب سے آنکھیں بند کیں۔ ''میں غلط سمجھی تھی۔ ییشا وان فاتح کی زندگی میں ان کی بیوی بننے نہیں آئی تھی نہ اسے میری جگہ لینی تھی۔ وہ صرف ان کو سیاسی نقصان پہنچانے آئی تھی۔''

''اور اب وان فاتح کی کرسی خطرے میں ہے۔'' داتن نے افسوس سے اسے دیکھا۔ ایڈم بھی اسے دیکھ رہا تھا۔ کتنی دیر گزری تھی وان فاتح کا نام نہ لینے کے فیصلے کو؟ وہ نام تو کبھی ذہن سے محو ہی نہیں ہوتا تھا۔

''چے تالیہ.... اب آپ کیا کریں گی؟''

تالیہ کتنی ہی دیر اسکرین کو دیکھتی رہی۔ وہ ابھی تک کرسی کی پشت پہ ہاتھ رکھے کھڑی تھی۔ تینوں میں سے کوئی بیٹھ نہیں سکا تھا لیکن تالیہ کی حالت سب سے مختلف تھی۔

''تالیہ....'' داتن نے نرمی سے اسے پکارا۔ ''تم اس کو چھوڑنے کا فیصلہ کر چکی ہو۔ تم اب اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتی۔ اپوزیشن فاتح کو impeach کرے یا پولیس اسے غداری کے الزام میں پکڑ لے.... یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے۔''

''انہوں نے اتنے برس اس کرسی کے لیے محنت کی تھی۔'' وہ بنا پلک جھپکے اسکرین کو دیکھ رہی تھی۔ ''سارے فیصلے' ساری جدوجہد اس ایک خواب کے لیے تھیں۔''

''تالیہ.... پلیز....'' داتن اس کے اور اسکرین کے درمیان آ گئی۔ ''یہ ہمارا ملاکہ میں آخری دن ہے۔ ہم سب اس کے بعد الگ ہو رہے ہیں۔''

''میں نے دن رات ایک کر کے ان کو چیئرمین کا الیکشن جتوایا تھا۔'' وہ الجھے ہوئے انداز میں خود سے بول رہی تھی۔ ''میں ان کی کافی کا کپ لیے بارشوں میں ان کے ساتھ بھاگا کرتی تھی۔ اور وہ سب ضائع چلا گیا۔''

''تالیہ... یہاں سے چلو.... کہیں اور بیٹھتے ہیں۔ جہاں اس سیاہ سیاست کا ذکر نہ ہو۔''

تالیہ نے چہرہ ان دونوں کی طرف موڑا تو اس کی حیران آنکھوں میں پانی تھا۔

''ان کی برسوں کی ریاضت رائیگاں چلی جائے گی؟ وہ ایک بے وقار' نا اہل وزیر اعظم کے طور پہ نکال دیے جائیں گے؟''
وہ بے یقینی سے پوچھ رہی تھی۔

''آپ کو کیوں پرواہ ہے' چے تالیہ؟'' ایڈم سنجیدگی سے بولا۔ تالیہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھا تو وہاں ایک چیلنج لکھا نظر آ رہا تھا۔ داتن نے اسے ٹوکنا چاہا لیکن ایڈم بن محمد کو سچ بولنے سے کون روک سکتا تھا۔

''آپ تو ان کو چھوڑ چکی ہیں۔ آپ تو فیصلہ کر چکی ہیں کہ آپ اب کسی کو نہیں بچایا کریں گی بلکہ آپ خود غرضی کی زندگی گزاریں گی۔ کیونکہ...'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا دو قدم قریب آیا۔ ''کیونکہ آپ کا رنگ سیاہ ہے۔''

''میرا رنگ سیاہ نہیں ہے....'' وہ جواباً غرائی۔ ''تالیہ سیاہ نہیں ہو سکتی۔ مجھے نہیں معلوم میرا رنگ کیا ہے۔ مجھے صرف ایک بات معلوم ہے۔ کہ میں غلط تھی۔ میں ساری دنیا کو نہیں بچا سکتی۔ لیکن میں وان فاتح کو ضرور بچاؤں گی۔ تالیہ ان کا خواب ان کے ہاتھوں سے چھننے نہیں دے گی۔''

اس نے نوچنے والے انداز میں اپنا پرس اٹھایا اور دروازے کی طرف بڑھی۔ داتن نے ہکا بکا سا اسے دیکھا۔

''تم کہاں جا رہی ہو'' داتن اس کے پیچھے لپکی۔

''میری فلائٹ میں ابھی ایک ہفتہ ہے۔ میں اس وقت کو ضائع نہیں کروں گی۔ میں وان فاتح کی مدد کے لیے جا رہی ہوں۔''

''مگر اب کچھ نہیں ہو سکتا۔''

''ہو سکتا ہے۔ تالیہ کے پاس ہمیشہ پلان ہوتا ہے۔ ییشا کی حقیقت وہ جان گئے تھے۔ انہوں نے یقیناً اسے اپنی سیکیورٹی ایجنسیوں کے حوالے کر دیا ہوگا۔ میں ییشا سے ملنے جا رہی ہوں۔ مجھے چاہے ییشا کی جان بھی لینا پڑے لیکن میں اس سے یہ بات ثابت کروا کے رہوں گی کہ وان فاتح اس معاملے میں بے قصور تھے۔''

وہ باہر نکلتے ہوئے تیز تیز کہہ رہی تھی۔

اس ساری پریشانی میں تالیہ مراد نے نہیں دیکھا تھا کہ داتن نے بہت مہارت سے اس کے پرس سے وہ لفافہ نکال لیا تھا۔ پھر خط واپس پرس میں ڈال کے اس نے لفافہ احتیاط سے اپنے کوٹ کی جیب میں ڈال دیا۔

تالیہ ان سے زیادہ خود سے بولتی ہوئی اب فٹ پاتھ پہ آگے بڑھ رہی تھی۔

☆☆=========☆☆.

سری پردھانہ پہ شام کے نیلگوں سایے پھیلے تھے۔اس اونچے محل کی ساری بتیاں روشن تھیں۔اس کے سبز باغات میں لگے لیمپ پوسٹس بھی جلے تھے۔پردھان منتری کے آفس کی کھڑکیوں سے البتہ باہر کی روشن رات دکھائی نہیں دیتی تھی۔کھڑکیوں کے آگے بلائنڈز برابر تھے۔

اپنی کرسی پہ بیٹھا فاتح ٹیک لگائے' آستینیں موڑے' اطمینان سے سامنے بیٹھے دونوں افراد کو دیکھ رہا تھا۔وہ دونوں عمر رسیدہ تھے اور روایتی لباس میں ملبوس تھے۔سر ٹوپیوں سے ڈھکے تھے۔دونوں کے چہرے پریشان تھے اور وہ ایک ساتھ تیزی سے بولے جا رہے تھے۔

''آپ اس کرائسس سے کیسے نکلیں گے' داتو سری؟''

''بے فکر رہو۔'' فاتح نے ابرو اچکا کے اسی مطمئن آواز میں کہا۔''لوگوں کی ای میلز ہیک ہوتی رہتی ہیں۔قومی سلامتی خطرے میں نہیں پڑی تو مسئلہ کیا ہے۔وہ پرانی ای میلز تھیں ویسے بھی۔''

''داتو سری....لوگ سوال اٹھا رہے ہیں کہ جانے اور کتنی حساس ای میلز آپ نے پرائیوٹ سرور پہ بھیجی ہوں گی۔''

''اور سب آپ کو الزام دے رہے ہیں۔پرائیوٹ سرور'پرائیوٹ سرور...اف۔''ان صاحب نے کراہ کے ماتھے کو چھوا۔

''ہاں ٹھیک ہے۔میں نے استعمال کیا پرائیوٹ سرور۔سب کرتے ہیں۔اب سے نہیں کریں گے۔''

''سر یہ معاملہ اتنا سیدھا نہیں ہے۔یہاں کوئی ہیکر کو الزام نہیں دے گا۔یہ لوگ میڈیا پہ آپ کے خلاف اتنی بڑی مہم چلائیں گے کہ..''

''کچھ نہیں ہو گا۔ریلیکس۔مجھے بتاؤ ہمیں بل منظور کروانے کے لیے کتنے لوگ چاہیے ہیں؟''

''صرف پانچ اور۔لیکن داتو سری.....اس وقت بل کو پس پشت ڈال دیجیے۔اور اس معاملے سے نکلنے کی کوشش کریں۔''

''بل کو کیوں پس پشت ڈال دوں؟میں سوموار کی صبح یہ بل قومی اسمبلی میں پیش کرنے جا رہا ہوں۔''وہ اپنی نشست سے کھڑا ہوا اور مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔''اور جس جس سے تم ملو' اسے بتا دینا کہ وان فاتح کو ان ای میل لیکس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔وان فاتح استعفیٰ نہیں دے گا۔''

مضبوط لہجے میں کہہ کے اس نے دونوں سے ہاتھ ملایا۔انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور گہری سانس لے کر اسے الوداع کہا۔

وہ باہر نکلے تو فاتح کے چہرے پہ پریشانی کی رمق دکھائی دی۔اس نے اس بورڈ کو دیکھا جو ابھی تک آفس میں رکھا تھا۔

وہاں مختلف رنگوں کے مقناطیسی گوٹ لگے اسے بتا رہے تھے کہ ابھی تک اس کے پاس بل پاس کرنے کے لیے مطلوبہ اکثریت نہیں ہے۔اس نے گہری سانس لی اور انٹر کام اٹھایا۔

''کیا چے تالیہ ابھی تک بیٹھی ہیں؟''

''جی سر....وہ پچھلے بیس منٹ سے آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔''

''اگلی میٹنگ میں کتنا وقت ہے؟''

''سات منٹ۔''

''اوکے۔تالیہ سے کہو اس کے پاس دس منٹ ہیں۔''فون رکھ کے اس نے تاثرات ویسے ہی بنا لیے۔پرسکون' مطمئن' اور قدرے سرد۔

اگلے ہی لمحے دروازہ کھلا اور وہ اندر آئی۔وہ دور سے دیکھ سکتا تھا کہ اس کے ماتھے پہ بل تھے اور آنکھوں میں غصہ تھا۔آج اس نے ہیٹ نہیں پہن رکھا تھا۔بس سیاہ اسکرٹ بلاؤز پہ پیلا رومال گردن میں باندھ رکھا تھا۔

''مجھے ابھی ابھی علم ہوا ہے کہ ہیشا تاج کو کبھی گرفتار ہی نہیں کیا گیا تھا۔اس کا ایک ہی مطلب ہے کہ آپ نے اسے جانے دیا۔کیوں' فاتح؟''وہ جارحانہ انداز میں بولتی اس کی میز کے سامنے آرکی۔اس کا چہرہ غم و غصے سے تمتما رہا تھا۔''یہ سب اس نے کیا ہے۔''

''کیا فرق پڑتا ہے؟ یہ اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے۔''ٹیک لگا کے بیٹھے فاتح نے کندھے اچکائے۔

''آپ کی پریمئر شپ خطرے میں ہے اور آپ کہہ رہے ہیں کہ یہ بڑا مسئلہ نہیں ہے؟''وہ تعجب سے بولی۔''اور آپ نے ہیشا کو جانے کیوں دیا؟ جب کہ آپ جانتے تھے وہ یہ کرے گی۔''

''جس وقت میں نے اسے جانے دیا' وہ اس سے پہلے ہی یہ سب کر چکی تھی۔ہمیں معلوم اب ہوا ہے۔اس کو روکنے سے وہ جو نقصان پہنچا چکی تھی وہ ریورس تو نہیں ہو سکتا تھا۔''

تالیہ سیدھی ہوئی اور پتلیاں سکوڑ کے اسے دیکھا۔''آپ نے اسے کیوں جانے دیا' فاتح؟''

''کیونکہ میرے پاس اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں تھا۔وہ چپ چاپ چلی جائے' یہ بہتر تھا اس سے کہ میں کوئی نیا مسئلہ کھڑا کرتا۔جولیانہ ڈسٹرب ہوتی۔شرمندگی الگ ہوتی۔''

''نہیں۔اس نے آپ کو بلیک میل کیا تھا۔ہے نا؟''وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔''اس کے پاس کچھ تھا آپ کے خلاف۔''

''یہ گفتگو بے معنی ہے' تالیہ۔ تم بتاؤ تم کیوں آئی ہو؟'' اس نے دھیمی آواز میں کہتے ہوئے گھڑی دیکھی۔

''کیونکہ میں آپ کی کرسی چھنتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی' فاتح۔ آپ اس مسئلے سے نہیں چھپ سکتے۔ مجھے بتائیں میشا کے پاس آپ کے خلاف کیا تھا تا کہ میں اس کو ڈھونڈ سکوں اور اس کو واپس لا سکوں۔''

''اس کو واپس لانے سے کیا ہو گا؟''

تالیہ دونوں ہتھیلیاں میز پہ رکھ کے جھکی اور ایک ایک لفظ پہ زور دے کر بولی۔

''وہ ساری عوام کے سامنے گواہی دے گی کہ وان فاتح نے کچھ غلط نہیں کیا۔ میں اس سے گواہی دلوا لوں گی۔ آپ صرف مجھے یہ بتائیں کہ اس نے کس چیز سے آپ کو بلیک میل کیا تھا؟'' اب کے تالیہ کے انداز میں جھنجھلاہٹ تھی۔ بے بسی تھی۔

''تالیہ...'' فاتح نے ایک فائل قریب کرتے ہوئے نرمی سے اسے دیکھا۔ ''کیا تم ملک چھوڑ کے نہیں جا رہی تھیں؟''

''وہ آپ کا مسئلہ نہیں ہے۔'' اس کی رنگت گلابی پڑنے لگی۔ وہ سیدھی ہوئی۔ ''آپ اپنے مسئلے کا سوچیں۔''

''میں اپنے مسئلے خود حل کر سکتا ہوں۔ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ تھینکس بٹ نو تھینکس۔'' وہ نرمی سے کہہ رہا تھا جیسے کسی بچے کو سمجھایا جاتا ہے۔

''لیکن یہ اسکینڈل آپ کی کرسی لے جا سکتا ہے' فاتح۔'' اس کی بے بسی اب پریشانی میں بدلنے لگی۔

''مگر میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے بچاؤ۔ میں نے اس سے بڑے مسئلے دیکھے ہیں۔ میں اس میں سے بھی خود نکل آؤں گا۔'' فائل قریب کرتے ہوئے اس نے عینک اٹھائی اور کھولی۔ ''اور وہ پیپرز میں ابھی تک سائن نہیں کر سکا۔ تمہاری فلائٹ سے پہلے کر کے تمہیں بھجوا دوں گا۔ ٹھیک' تالیہ؟'' عینک لگاتے ہوئے اس نے فائل کھولی۔ یہ اس کو جانے کا اشارہ تھا۔

''آپ نے کہا تھا کہ کبھی کبھار ہمیں دوسروں کو اجازت دینی چاہیے کہ وہ ہمیں بچا سکیں۔'' وہ دکھ سے اسے دیکھ کے بولی۔

''تمہارے لیے کہا تھا۔'' وہ اب فائل پہ اوپر سے نیچے سرسری نظر دوڑا رہا تھا۔

''اس نے آپ کو کس کی وجہ سے بلیک میل کیا؟''

فاتح کا صفحہ پلٹتا ہاتھ رکا۔ ''کسی بہت قیمتی شخص کی وجہ سے۔''

ایک گہری خاموشی نے ان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

''میشا کی دھمکی خالی بھی ہو سکتی تھی، ہو سکتا ہے وہ صرف ڈرا رہی ہو۔''

''ہو سکتا ہے۔ لیکن میرے پاس خطرہ مول لینے کی گنجائش تک نہ تھی۔'' وہ اب فائل کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔ تالیہ نے دھیرے سے نفی میں سر ہلایا۔ یہ طے تھا کہ وان فاتح اس کو اپنی مدد کرنے کی اجازت نہیں دے گا۔ اور جو اجازت نہ دے' اس

کی مدد کون کر سکتا ہے بھلا؟

وہ باہر نکلنے لگی تو اسی وقت ایک ڈھیلے سوٹ میں ملبوس نوجوان اندر داخل ہوا۔ اسے دیکھ کے رکا اور راستہ دیا۔ تالیہ باہر آ گئی لیکن اس نے گردن موڑ کے دیکھا وہ ایک سیاہ کور والی فائل لیے اندر جا رہا تھا۔ دروازہ بند ہو گیا تو اندر کا منظر چھپ گیا۔ وہ چند لمحے وہیں کھڑی رہی۔ باہر میز پہ بیٹھا اسٹاف اس کو یوں کھڑا ہونے پہ بھنویں بھینچے گھورنے لگا۔ مگر وہ ڈھیٹ بنی کھڑی رہی۔

وہ نوجوان باہر آیا اور دروازہ بند کیا تو وہ پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

''میں دیکھ رہی تھی کہ آپ ہر دفعہ ان سیاہ فائلز کا ڈھیر لگاتے جاتے ہیں لیکن پی ایم صاحب ان کو نہیں دیکھتے۔ ان میں ایسا کیا ہے؟''

شاہدان نامی وہ اسٹاف ہچکچایا۔ تالیہ نے سر جھٹکا۔''خیر کوئی کانفیڈنشل معاملہ ہے تو میں نہیں پوچھتی۔''اور آگے بڑھنے لگی لیکن وہ فوراً بولا۔

''نہیں نہیں۔ خفیہ معاملہ نہیں ہے بلکہ ضروری معاملہ بھی نہیں ہے۔ کاش ہوتا۔ تب وہ اسے زیادہ جلدی دیکھ پاتے۔''وہ رنجیدگی سے بولا۔ تالیہ رک کے اسے دیکھنے لگی۔

''دراصل داتو سری نے کچھ عرصہ پہلے کہا تھا کہ وہ ایک پراجیکٹ جسٹس شروع کریں گے جن میں ان لوگوں کے کیسز سنے جائیں گے جو عرصے سے جیلوں میں مقید ہیں اور ان کے پاس اچھا وکیل کرنے کو رقم نہیں ہے اور سرکاری وکلاء ان کے کیسز لاپرواہی سے دیکھتے ہیں۔ بالخصوص وہ لوگ جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ بے گناہ ہیں۔''

''قیدی غلام۔''وہ اداسی سے مسکرائی۔''وہ غریب قیدیوں کو رہائی دلوانا چاہتے ہیں۔ میں سمجھ سکتی ہوں۔''اور صرف وہی سمجھ سکتی تھی۔

''جی ہاں۔ جب سے ہم نے اس پراجیکٹ کا اعلان کیا' ملک بھر سے سینکڑوں قیدیوں اور ان کے گھر والوں نے درخواستیں بھیجیں۔ میں ہر ہفتے وہ درخواستیں اکٹھی کر کے ..ان کو فائل میں لگا کے ...داتو سری کے پاس لے کر جاتا ہوں۔ لیکن ان کے پاس زیادہ اہم کام ہیں۔ نہ جانے کب وہ ان درخواستوں کو دیکھ پائیں گے۔''

''جب وہ ان جمع ہوئی درخواستوں کو نہیں دیکھ پاتے تو آپ ہر ہفتے ان میں اضافہ کیوں کرتے جاتے ہیں؟''

''درخواستیں دیکھنا ان کی جاب ہے۔ فائل ان کے پاس پہنچانا میری جاب ہے۔ کیا وان فاتح نے ہمیں یہ نہیں سکھایا کہ اگر کوئی دوسرا اپنی جاب نہ کر رہا ہو تو بھی ہمیں اپنی جاب کرنی چاہیے۔''وہ مسکرا کے بولا۔ وہ مسکرا بھی نہ سکی۔

فاتح خود کو بچائے یا نہ بچائے' کیا تالیہ کو اپنی جاب نہیں کرنی چاہیے تھی؟

☆☆=========☆☆

حالم کا اپارٹمنٹ اس رات ہمیشہ کی طرح خاموش پڑا تھا۔ خاموش مگر روشن۔ آج لاؤنج میں رکھے کارنر لیمپس روشن تھے۔ ٹی وی اسکرین میوٹ پہ تھی مگر اس پہ چلتی خبریں خاموشی کے باوجود سمجھ آتی تھیں۔ وہ نیوز اینکرز اور تجزیہ نگاروں کی فاتح کے خلاف زہر اگلتی زبانیں سن سن کے تھک گئی تھی۔ اس لیے انہیں گونگا کر دیا تھا۔

لیکن وہ نیوز بند بھی نہیں کر پا رہی تھی۔ شاید کہیں سے کوئی اچھی خبر سننے کو مل جائے۔

حالات ہر گزرتے پل کے ساتھ بدتر ہوتے جا رہے تھے۔ اور وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ جس جا دل چاہ رہا تھا' وہ فاتح کے خلاف بول کے ریٹنگ اور پیسے کما رہا تھا۔ کسی ایک کی بدنامی کی گنگا سے سب کا ہاتھ دھونا ضروری تھا۔

ایشا کا پیپر ورک اتنا اچھا تھا کہ داتن اسے ڈھونڈ ڈھونڈ تھک گئی تھی اور اس کا کوئی نام ونشان تک نہ تھا۔ وہ کہاں سے آئی' کہاں چلی گئی' کچھ معلوم نہ ہوتا تھا۔ ایسے جیسے ہوا میں تحلیل ہو گئی ہو۔ داتن نے فون کر کے بتایا تھا کہ وہ مزید کوشش کرے گی لیکن وہ بہت پر امید نہیں تھی۔ تالیہ کی امید بھی دم توڑ رہی تھی۔ قوی امکان تھا کہ ایشا تاج اب تک ملک سے فرار ہو چکی ہو گی اور کسی دوسرے ملک میں ایک نئی زندگی شروع کر چکی ہو گی۔

ایشا تاج نے اپنے پیچھے ایک بریڈ کرمب بھی نہیں چھوڑا تھا۔ کوئی اتنا پرفیکٹ کیسے ہو سکتا تھا؟

ٹی سی ہنوز چل رہا تھا اور وہ سامنے صوفے پہ بیٹھی تھی۔ بال پونی میں باندھے' آلتی پالتی کیے... وہ گود میں رکھی ٹوکری سے چند خطوط نکال نکال کے دیکھ رہی تھی۔ یہ فاتح کے پانچ خطوط تھے جنہیں وہ اپنے ساتھ رکھتی تھی۔۔ یہ تالیہ مراد کی کل متاع تھے۔ وہ اداس مسکراہٹ کے ساتھ ان کو پڑھ رہی تھی۔

''ڈیئر تالیہ

میں اس امید کے ساتھ واپس آیا تھا کہ تم یہاں ملو گی لیکن تم ابھی تک نہیں آئی ہو۔ تمہارے پیچھے ملائیشیا میں بہت کچھ تبدیل ہو گیا ہے۔ خود وان فاتح تبدیل.....''

ڈور بیل بجی تو وہ چونکی۔ اس وقت کون آ گیا۔ شاید داتن ہو۔ لیکن داتن گھنٹی کرنے کا تکلف کم ہی کیا کرتی تھی۔

اس نے ٹوکری میز پہ رکھی جہاں اس کا پاسپورٹ' ٹکٹ کا پرنٹ آؤٹ اور دوسرے سفری ڈاکومنٹس پڑے تھے۔ اس وقت وہ اپنے کاغذات کو ارینج کرنے بیٹھی تھی جب وہ خطوط ملے۔ اس گھنٹی نے سارے کام میں خلل ڈال دیا تھا۔

اس نے دروازے کے سوراخ سے دیکھا تو پل بھر کے لیے متعجب رہ گئی۔ پھر پٹ کھولا۔

''سکندر؟''

اس نے اچھنبے سے سامنے کھڑے نوجوان کو دیکھا۔ اس کے پیچھے دو سوٹ میں ملبوس گارڈ بت بنے کھڑے تھے۔

''مجھے آپ سے بات کرنی تھی' مس تالیہ۔'' وہ تلخی سے بولا۔

''تم نے میرا گھر کیسے ڈھونڈا؟''

''میں پردھان منتری کا بیٹا ہوں۔ میرے لیے یہ مشکل نہیں ہے۔'' اس کی آواز میں طنز تھا۔ تالیہ کے ماتھے پہ شکن در آئی۔

''اوکے۔ تم مجھے یہ بتانے آئے ہو کہ تم مجھ سے کتنی نفرت کرتے ہو؟'' وہ بھی اسی کے انداز میں بولی۔

''میں یہ بتانے آیا ہوں کہ میشا کو ڈیڈ نے میرے سامنے نکالا تھا۔ اور میں نے ڈیڈ سے کہا کہ یہ عورت آپ کو نقصان پہنچائے گی تو جانتی ہیں انہوں نے آگے سے کیا کہا؟''

''یہی کہا ہو گا کہ تمہارے خیال میں میں یہ بات نہیں جانتا؟''

تالیہ گہری سانس لے کر بولی تو سکندر جو کچھ کہنے جا رہا تھا' رک کے اسے دیکھنے لگا۔ اس کے ماتھے کی ایک شکن کم ہوئی۔

''آپ کو کیسے پتہ؟''

''کیونکہ میں ان کو جانتی ہوں۔''

سکندر نے بھنویں اکٹھی کر کے اسے دیکھا۔ ''مگر کیا آپ یہ جانتی ہیں کہ میشا نے ڈیڈ کو کس بات پہ بلیک میل کیا تھا؟''

''ہاں' سکندر' میں جانتی ہوں۔ اس نے یہی کہا ہو گا کہ وہ کسی طرح مجھے نقصان پہنچائے گی۔ شاید میرے ماضی کے جرائم دنیا کے سامنے لا کر۔ ہے نا؟''

سکندر کے تاثرات دیکھ کے تالیہ نے رنجیدگی سے سر جھٹکا۔ ''مجھے اندازہ تھا۔''

سکندر نے بولنے کے لیے ہونٹ کھولے۔ پھر بند کر دیے۔ سمجھ نہیں آیا کیا کہے۔ تالیہ سامنے سے ہٹ گئی۔ اور اسے اندر آنے کا اشارہ کیا۔

وہ اندر داخل ہوا۔ ایک طائرانہ نگاہ اطراف میں ڈالی۔ تالیہ نے دروازہ بند کیا اور سامنے رکھے صوفے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ ماتھے پہ شکنیں لیے وہیں کھڑا رہا۔

''میری ماں کے چھوڑے ہوئے نوادرات سے خریدا ہو گا آپ نے یہ گھر؟''

تالیہ نے افسوس سے اسے دیکھا۔

''سکندر.....میں جانتی ہوں تم مجھ سے نفرت کرتے ہو...''

''آف کورس میں آپ سے نفرت کرتا ہوں۔ اور میں آپ کو یہی بتانے آیا ہوں کہ آپ کی وجہ سے میرے ڈیڈ مشکل میں ہیں۔ آپ جب بھی ہماری زندگی میں آتی ہیں مشکلیں ہی لاتی ہیں۔ آپ نہیں تھیں تو ہم سکون میں تھے۔ آپ آئیں تو سب خراب ہونے لگا۔''

وہ دونوں لاؤنج کے وسط میں آمنے سامنے کھڑے تھے۔ ان کے سروں پہ چھت سے جھولتا فانوس اپنی ساری روشنیاں اپنے اندر دفن کیے خاموشی سے ان کو دیکھ رہا تھا۔

''تو تمہیں خوش ہو جانا چاہیے کہ میں یہاں سے جا رہی ہوں۔''

''میرے ڈیڈ کو مصیبت میں پھنسا کے آپ جا رہی ہیں۔ ویری گڈ۔''

''میں نے ان کی مدد کی کوشش کی لیکن وہ نہیں چاہتے کہ کوئی ان کے لیے کچھ کرے۔ میں کیا کر سکتی ہوں؟ اور ویسے بھی میرے ہونے سے تم سب کی زندگی مشکل میں پڑ جاتی ہے۔ تمہاری ماں کا قتل بھی میں نے کیا تھا اور یہ ای میلز بھی میں نے لیک کی تھیں۔ فائن۔ کیا تمہیں کچھ اور کہنا ہے یا میں اپنے کام کروں؟'' وہ تھکے تھکے ہوئے انداز میں بولی۔

سکندر نے سر جھکا اور آگے چلا آیا۔ پھر وہ خود ہی صوفے پہ بیٹھا اور ہاتھ باہم پھنسائے سامنے دیوار گیر کھڑکی کو دیکھنے لگا۔ وہاں سے دور دور تک بلند عمارتیں دکھائی دے رہی تھیں یا نیچے سڑک پہ رواں دواں ٹریفک۔

''آپ ان کو الزام دیتی تھیں کہ وہ آپ کے لیے کچھ نہیں کرتے۔'' وہ اب کے بولا تو اس کی آواز دکھی تھی۔ ''آپ کے لیے انہوں نے اپنا آفس داؤ پہ لگا دیا ہے۔ آپ کی وجہ سے ان کا کیریئر تباہ ہو رہا ہے۔''

تالیہ سینے پہ بازو لپیٹے کھڑی ناپسندیدگی سے دیکھ رہی تھی۔ وہ ہر وقت کے الزام برداشت کر کر کے تنگ آ چکی تھی لیکن وہ فاتح کا بیٹا تھا۔ اس کی بات اسے برداشت کرنی تھی۔ کچھ رشتوں کا ادب ان کے ختم ہونے یا نہ ہونے سے بالاتر ہوتا ہے۔

''میں اسی لیے انہیں چھوڑ رہی ہوں' سکندر... میری وجہ سے ان کی زندگی پیچیدہ ہو جاتی ہے۔ میں اور کیا کروں؟''

''آپ کچھ بھی نہ کریں۔ آپ بس یہ یاد رکھیں کہ ان کا کیریئر آپ نے خراب کیا ہے۔ مسز ییشا آپ کے بارے میں ٹھیک کہتی تھیں۔ آپ نہ اچھی کون وومن بن سکیں نہ اچھے فیصلے کر سکیں۔ وہ آپ سے بہتر ہی تھیں۔''

تالیہ نے بے یقینی سے ابرو اٹھائے۔ دونوں بازو پہلوؤں میں گرا دیے۔

''ایک منٹ ایک منٹ۔ یہ کب کہا اس نے؟'' وہ تیزی سے اس کے سامنے والے صوفے پہ آ کے بیٹھی۔

وہ جو تیز تیز بولے جا رہا تھا۔ رک کے کوفت سے بولا۔ ''جب وہ آپ کو ڈھال بنا کے ہمارے گھر سے گئیں۔''

''اس نے کیا کہا؟ مجھے اس کے الفاظ بتاؤ۔'' وہ آگے کو ہوئے بیٹھی' سانس روکے اس سے پوچھ رہی تھی۔ سکندر کو لگا... جیسے وہ پلک جھپکنا بھول گئی ہے۔ وہ ٹھہر گیا۔

''جب ڈیڈ نے اسے گھر سے نکالا تو اس نے جاتے وقت مجھے اور جولی کو کہا تھا کہ..'' وہ اٹک اٹک کے یاد کرنے لگا۔''... کہ تالیہ سے کہنا ہیشا اس سے بہتر کون وومن ہے۔ بلکہ بہترین۔ کیونکہ ہیشا کو اپنی سیاہی پہ فخر ہے۔ جبکہ تالیہ مراد اپنے پیشے سے نفرت کرتی تھی۔ تالیہ مراد میدان چھوڑ کے بھاگنے والوں میں سے ہے۔ ایسا ہی کچھ کہا تھا۔''

''کیا اس نے واقعی یہ کہا؟'' وہ متعجب سی اسے دیکھ رہی تھی۔ سکندر نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

''میں آپ کو یہاں ہیشا تاج کے پیغامات دینے نہیں آیا بلکہ یہ احساس دلانے آیا ہوں کہ آپ کی وجہ سے...''

''میری وجہ سے سارے مسئلے ہو رہے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ مجھے پتہ ہے۔'' وہ تیزی سے بولی۔ اس کی آنکھیں چمکنے لگی تھیں۔''لیکن کیا اس نے واقعی یہ کہا؟'' وہ اب حیران سے انداز میں مسکرانے لگی تھی۔

''اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ اس نے کیا کہا؟''

''پڑتا ہے نا۔ اب مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ ہم نے ہیشا کو کیسے پکڑنا ہے۔''

سکندر نے بے یقینی سے اس کو دیکھا۔''کیا مطلب؟'' چند لمحے کے لیے وہ بالکل گنگ ہو گیا۔''اس کو پکڑ کے کیا یہ بات ثابت کی جا سکتی ہے کہ ای میلز لیک ہونے میں ڈیڈ کا قصور نہیں تھا؟''

''ایک دفعہ ہم اس کو پکڑ لیں تو ہم اس سے کچھ بھی کہلوا سکتے ہیں۔ لیکن تمہیں میری مدد کرنی ہوگی۔''

سکندر کے ماتھے پہ شکنیں ابھریں۔''میں آپ کی مدد کیوں کروں گا؟''

''دیکھو سکندر... تم میرے پاس صرف اس لیے آئے ہو کیونکہ تمہیں معلوم ہے کہ اگر تمہارے ڈیڈ کو اس کرائسس سے کوئی نکال سکتا ہے تو وہ میں ہوں۔ اس لیے مجھ سے جتنا خفا ہونا ہے' وہ بعد میں ہو لینا۔ تالیہ کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ فی الحال میری مدد کرو۔ ہم نے ہیشا کی پروفائل تیار کرنی ہے۔''

''ہم؟''

''ہاں۔ میں اور میری دوست لیانہ۔'' تالیہ موبائل پہ نمبر ملاتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''وہ بھی آپ کی طرح لوگوں کے گھر میں چوریاں کرتی ہے؟''

تالیہ نے فون کان سے لگاتے ہوئے اسے دیکھا۔''نہیں۔ وہ بنا تکلیف دیے قتل کرنے میں بھی ماہر ہے۔''

سکندر سر جھٹک کے منہ میں کچھ بڑبڑایا۔

تالیہ فون کان سے لگائے اٹھ گئی۔ سلسلہ مل گیا تھا۔ اب وہ کچن کے سامنے چکر کاٹتے ہوئے داتن سے بات کر رہی تھی۔
وہ واپس آئی تو سکندر ٹوکری میں رکھے کاغذات دیکھ رہا تھا۔
''آپ واقعی اگلے ہفتے جا رہی ہیں؟'' اس نے پرنٹ شدہ ٹکٹ کو واپس رکھتے ہوئے سرد انداز میں پوچھا۔
''نہیں۔ یہ جعلی کاغذات ہیں جو میں نے تمہیں دھوکہ دینے کے لیے میز پہ سجائے ہیں۔'' وہ اسی کے طنزیہ انداز میں بولتے ہوئے ساتھ بیٹھی۔ سکندر خاموش ہو گیا۔ وہ اب فون پہ کچھ دیکھ رہی تھی۔
''آپ ییشا کو کیسے پکڑیں گی؟'' کچھ دیر بعد وہ کھنکھارا۔
تالیہ نے جواب نہیں دیا۔ فون دیکھتی رہی۔ اس نے بے چینی سے پہلو بدلا۔
''ییشا کی باتوں میں اتنا خاص کیا تھا؟'' اس نے پھر پوچھا۔
''ییشا کو ہم اس لیے نہیں ڈھونڈ پا رہے تھے کیونکہ اس کی ہر بات اس کے رول کا حصہ تھی۔ میری حمایت کرنا' یا مجھے اچھی نصیحت کرنا' سب دھوکہ تھا۔ لیکن...'' وہ مسکراتے ہوئے فون اسکرین پہ بٹن دبا رہی تھی۔ ''اس نے اپنا راز کھلنے کے بعد جو بھی کہا' وہ اس کا سچ تھا۔''
''اس نے کہا کہ وہ آپ سے بہتر ہے۔''
''نہیں۔ اس نے کہا کہ وہ بہترین ہے۔ تمہیں معلوم ہے آج تک تالیہ مراد کسی کون گیم کے دوران کیوں نہیں پکڑی گئی؟ کیونکہ تالیہ کا ماننا تھا کہ بہترین کون گیم وہ ہوتا ہے جس میں خود ٹارگٹ کو بھی اپنے لوٹے جانے کا علم نہ ہو سکے۔ میں جب کون گیمز کھیلتی تھی تو لوگ مجھے حالم یعنی انویسٹی گیٹر کے طور پہ ہائر کرتے تھے۔ میں کبھی ولن بن کے نہیں بھاگتی تھی جیسے ییشا بھاگی۔ لوگ مجھے خود پیسے دیتے تھے۔ اور برسوں میرے مشکور رہتے تھے۔ تالیہ آج تک اس لیے نہیں پکڑی گئی کیونکہ وہ لوگوں کو جتاتی نہیں تھی کہ وہ بہترین ہے۔ اسے معلوم تھا کہ وہ بہترین ہے اور اسے اپنی اس بات پہ فخر نہ تھا۔ جانتے ہو تالیہ کیسے پکڑی گئی؟''
''کیسے؟'' وہ غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔
''اپنے ویک لنک سے۔ ہر زنجیر میں ایک کمزور کڑی ہوتی ہے۔ میری کمزور کڑی تھی عزت حاصل کرنے کی خواہش۔ اور اس خواہش کے پیچھے میں نے اپنی سیاہی کو خود سے علیحدہ کیا اور ایک صاف ستھری زندگی کو چنا۔ وہی زندگی مجھے لائم لائٹ میں لے آئی اور ایک دن پراسیکیوٹر احمد نظام نے مجھے گھیر لیا۔ اگر میں اپنی خواہش کے پیچھے نہ بھاگتی تو میں کبھی پکڑی نہ جاتی۔''
''اور ییشا؟'' وہ اب دھیان سے اسے سن رہا تھا۔ لاؤنج کے کارنر لیمپس کی زرد روشنی میں وہ اس تیز تیز بولتی لڑکی کو سانس

رو کے سن رہا تھا۔

''میشا کے خیال میں وہ تالیہ کی طرح میدان چھوڑ کے بھاگنے والوں میں سے نہیں ہے۔ وہ تمہارے گھر سے بھی فرار ہو سکتی تھی لیکن وہ اس وقت تک نہیں گئی جب تک فاتح نے اسے پکڑ نہ لیا۔ میشا خود پکڑے جانا چاہتی تھی۔ اسی لیے اس نے ان کو بلیک میل کرنے کا پلان بی بنا رکھا تھا۔''

''وہ کیوں پکڑے جانا چاہتی تھی؟''

''کیونکہ میشا نے دو سال تک ایک کون گیم کھیلا تھا۔ دو سال' سکندر۔ اسے اس اداکاری کے لیے تعریف چاہیے تھی۔ وہ فاتح کو ان کے منہ پہ بتانا چاہتی تھی کہ اس نے ان کو دھوکہ دیا۔ میشا کو کون گیم کا پہلا اصول یاد نہیں رہا جس میں سکھایا جاتا ہے کہ بہترین دھوکہ وہ ہوتا ہے جو کبھی نہ کھلے۔ بلکہ برسوں بعد بھی ٹارگٹ اس سب کو یاد کرے تو اسے لگے' یہ اس کا اپنا ہی آئیڈیا تھا۔ میشا چاہتی ہے کہ کسی فلم کی طرح آخر میں وہ اپنے ٹارگٹ کے سامنے انکشاف کرے اور اس کے چہرے کے تاثرات دیکھے۔ جانتے ہو کون لوگ ایسا کرنا چاہتے ہیں؟ ایکٹرز اور جادوگر۔ وہ اسٹیج پہ پرفارمنس دے کر تالیوں کے منتظر ہوتے ہیں۔ میشا کو بھی تالیاں چاہیے ہیں اور اسے پکڑنے کے لیے ہم اسے وہی دیں گے جو اسے چاہیے۔''

''مگر آپ ایک کون وومن کو con کیسے کریں گی؟''

''اسے ایک خواب دکھا کے۔ خوابوں کا فریب جان لیوا ہوتا ہے۔ ایک زمانے میں تالیہ اس شہر کی بہترین کون آرٹسٹ تھی۔ میشا وہی بننا چاہتی ہے۔ اس نے اتنا بڑا کام کیا ہے۔ اس نے پردھان منتری کو کون کیا ہے۔ وہ یہ ملک نہیں چھوڑے گی۔'' وہ مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ ''اس کا ریٹ بڑھ جائے گا۔ لوگ اسے ہائر کریں گے۔ میشا کی کمزور کڑی اس کی انا ہے۔ اسے اپنی دنیا میں نام کمانا ہے۔''

''مگر لوگ اسے کیسے ہائر کریں گے؟ اس کو تو تلاش کرنا ناممکن ہے۔''

''کیونکہ ہم اس کا اصلی نام نہیں جانتے۔ لیکن چونکہ وہ تالیہ مراد سے بہتر بننا چاہ رہی ہے' اس لیے اس کے پاس اپنے کلائنٹس سے رابطہ کرنے کا کوئی طریقہ ضرور ہوگا۔ جیسے تالیہ کے پاس تھا۔ ڈارک ویب۔ ڈارک ویب وہ ''میدان'' ہے جسے تالیہ نے چھوڑ دیا تھا۔ ہم اسے ڈارک ویب پہ ڈھونڈیں گے۔ جہاں ہیکرز سے لے کر کرائے کے قاتلوں تک نے اپنے اپنے پیج بنا رکھے ہیں۔''

تھوڑی دیر بعد لاؤنج کی روشنیاں تیز ہو گئیں اور کھڑکی کے آگے پردے ڈال دیے گئے۔ اب سامنے والے صوفے پہ داتن بیٹھی تھی اور لیپ ٹاپ کے کی بورڈ پہ انگلیاں چلا رہی تھی۔ گاہے بگاہے ایک ٹیڑھی نگاہ اس لڑکے پہ بھی ڈالتی تھی جو اس

کے مقابل بیٹھا تھا۔

''ڈارک ویب پہ کسی کانٹریکٹ کرمنل کی لوکیشن تلاش کرنا ناممکن ہے۔لیکن مختلف فورمز پہ لوگوں نے مختلف کانٹریکٹرز کو ریویوز دے رکھے ہوتے ہیں۔'' داتن اسکرین پہ انگلی پھیرتے ہوئے بتا رہی تھی۔''میشا نہ ہی ہیکر ہے نہ قاتل۔وہ گرفٹر ہے۔ان فورمز سے میں نے کے ایل میں کام کرنے والے پچیس گرفٹرز کی پروفائلز تلاش کی ہیں۔''

''ان میں سے عورتیں کتنی ہیں؟'' سکندر تیزی سے بولا۔تالیہ اس وقت کچن سے نکل رہی تھی۔ہاتھ میں ٹیک اوے کے ڈبے تھے۔اس نے ان کو میز پہ رکھا اور چاپ اسٹکس نکال کے سب کے آگے رکھنے لگی۔

''یہاں مرد اور عورت کی تفریق کرنا ناممکن ہے۔سب خود کو مرد ہی ظاہر کرتے ہیں۔'' داتن نے لیپ ٹاپ اسکرین اس کے سامنے کی۔وہ صوفے پہ بیٹھی اور غور سے ان ناموں کو پڑھنے لگی۔

''آپ صرف اس کے نام سے اسے کیسے ڈھونڈیں گی؟ یہ تو کوئی بھی نقلی نام ہوسکتا ہے۔'' سکندر نے چاپ اسٹکس اٹھاتے ہوئے کہا۔وہ اب وہاں قدرے آرام دہ انداز میں بیٹھا تھا۔

تالیہ نے اسکرین پہ ایک جگہ انگلی رکھی۔''یہ میشا ہے۔''

''کساتریا...ہتام؟'' داتن نے تعجب سے اس نام کو پڑھا۔''بلیک نائٹ؟ مگر یہ تو کوئی روسی کانٹریکٹر ہے اور اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ...''

''یہ میشا ہے۔'' وہ پورے یقین سے بولی۔''وہ سیاہ گھوڑوں کی تصویریں کھینچتی تھی۔وہ فاتح کا سیاہ گھوڑا نہیں تھا۔میشا خود کو بلیک نائٹ سمجھتی ہے۔وہ شطرنج کا سیاہ گھوڑا ہے جسے اپنی سیاہی پہ فخر ہے۔'' اس نے انگلی سے اسکرین پہ دستک دی۔''یہ میشا ہی ہے۔''

''کیا اس کی لوکیشن معلوم ہوسکتی ہے؟'' سکندر تیزی سے بولا۔

''نہیں۔وہ خود ہمارے پاس آئے گی۔ہم اس کے ساتھ ایک کون کھیلنے جا رہے ہیں۔میری زندگی کا آخری کون گیم۔اور مجھے یقین ہے وہ اس پھندے سے نہیں نکل سکے گی۔'' تالیہ نے پیچھے کو ٹیک لگائی اور چوپ اسٹکس ڈبے کے اندر ڈالیں۔''اور تم۔تم مجھے میشا کے بارے میں ہر وہ بات بتاؤ جوان دو سالوں میں تم نے دیکھی ہو۔ہر بات۔''

سکندر نے گردن ہلا دی۔اس کے کھنچے کھنچے انداز میں البتہ کمی نہیں آئی تھی۔وہ اب بھی تالیہ کو مشکوک نظروں سے دیکھتا تھا مگر وہاں پرواہ کسے تھی۔وہ چاپ اسٹکس سے چاؤمن کھاتے ہوئے سکندر کی بات غور سے سن رہی تھی۔

....

اگلے دو روز تک تالیہ مراد کے لاؤنج کا منظر ایسا ہ رہا تھا۔ سکندر البتہ دوبارہ نہیں آیا تھا۔ لیکن وہاں اب ایک وائٹ بورڈ لگا تھا جس پہ مختلف کاغذ چسپاں تھے۔ داتن صوفے میں دھنسی لیپ ٹاپ پہ لگی ہوتی تھی اور تالیہ ...وہ بورڈ کے ساتھ کھڑی مارکر سے مختلف کاغذوں پہ سطور انڈر لائن کرتی تھی۔

''سکندر نے کہا تھا کہ ییشا نے ایک دفعہ اس کی مدد کی تھی۔'' تالیہ داتن کی طرف مڑی اور چمکتی آنکھوں سے بتانے لگی۔ مارکر کی سیاہی اس کے پوروں پہ لگی تھی۔'' سکندر کا ایک دوست کلاس میں bully کیا جا رہا تھا۔ ییشا نے اس مسئلے سے نمٹنے کے لیے اس لڑکے کی آؤٹ آف دی وے جا کے مدد کی۔ اس سے ییشا کو کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ لیکن دیکھا جائے تو ییشا کے تعلقات ٹین ایج لڑکے لڑکیوں سے بہت اچھے تھے۔ میرا خیال ہے ییشا اپنی ٹین ایج میں abuse یا bullying کی شکار رہی تھی۔ ردعمل کے طور پہ وہ نوجوانوں کے ساتھ یہ ہوتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔ اس لیے ہم ییشا کو بلانے کے لیے ایک ٹین ایج نوجوان کا سہارا لیں گے۔''

''کون؟'' داتن نے چونک کے اسے دیکھا۔'' اور ییشا اس کے گھر کیوں آئے گی؟''

''اسے اس گھر آنا ہوگا' داتن۔ اسی گھر سے تو یہ سب شروع ہوا تھا۔'' وہ مارکر کی کیپ بند کرتے ہوئے بولی۔ اس کے انداز میں سوگواریت تھی۔ اسے ایک پرانے شناسا کو ملنے جانا تھا۔

(میں تالیہ مراد ہوں۔ اور میں اپنی زندگی کا آخری کون گیم کھیلنے جا رہی ہوں۔)

وان فاتح ایک کانفرنس روم کی سربراہی کرسی پہ بیٹھا تھا۔ ٹائی ڈھیلی کیے' آستین پیچھے کو موڑے وہ ایک کاغذ اٹھا کے کچھ کہہ رہا تھا۔ طویل میز کے دونوں اطراف قطار میں بیٹھے لوگ کاغذوں کے پلندوں میں غرق کام کرتے دکھائی دے رہے تھے۔

(میرا رنگ سفید نہیں ہے۔ میں اتنی بے داغ اور اجلی رنگت کی نہیں ہوں' میں جانتی ہوں۔ مگر میرا رنگ سیاہ بھی نہیں ہے۔)

اسٹوڈیو کی تیز روشنیوں میں سبز بیک ڈراپ کے سامنے کرسی پہ بیٹھا ایڈم سپاٹ چہرے کے ساتھ کیمرے میں دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ کس طرح وان فاتح کی ایک غلطی ان کو تباہی کے دہانے پہ لے آئی تھی۔ ڈائریکٹر نے کٹ کہا تو کیمرہ بند ہو گیا۔ ایڈم نے شرٹ پہ لگا مائیک دھیرے سے اتارا اور افسوس سے سر جھٹکتے ہوئے اسے میز پہ رکھا۔ ایک پرانے دوست کی تباہی پہ تبصرے کرنا بھی عجیب کام تھا۔ زندگی میں پہلی دفعہ اسے اپنا کام اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

(اگر میرا رنگ سیاہ ہوتا تو میں صرف اپنی پرواہ کرتی اور کسی دوسرے ملک جا کے اپنی زندگی بناتی۔ لیکن میرا رنگ سیاہ اور سفید کے درمیان ہے۔ معلوم نہیں کیا ہے۔ لیکن وہ کچھ اور ہے۔)

تالیہ سیاہ ہڈی پہنے' ایک گلی میں کھڑی' سر اٹھائے اس شناسا گھر کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے لبوں کی مسکراہٹ میں ملال بھی تھا اور رنج بھی۔ زندگی ایک دفعہ پھر اس کو اس گھر کے دروازے پہ لے آئی تھی۔ پورے دائرے میں گھومتے ہوئے وہیں اختتام ہو رہا تھا۔

(مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ میں وان فاتح کو کس لیے بچانا چاہتی ہوں۔ میں انہیں چھوڑ کے جا رہی ہوں۔ میں ان کے ساتھ نہیں رہ رہی۔ لیکن میں نہیں چاہتی کہ میرے پیچھے وہ اپنے خوابوں سے ٹوٹ کے ایک اداس زندگی گزاریں۔)

اپوزیشن کے چار اراکین ایک آفس روم میں بیٹھے پر جوش انداز میں وان فاتح کا مستقبل ڈسکس کر رہے تھے۔ صوفیہ رحمٰن کمرے میں دائیں سے بائیں ٹہلتی مسکراتے ہوئے ڈکٹیٹ کروا رہی تھی۔ ایک شخص لیپ ٹاپ پہ تیز تیز ٹائپ کرتے ہوئے مواخذے کے بل کا مسودہ تحریر کر رہا تھا۔ باقی افراد سر جوڑے سرگوشیاں کر رہے تھے۔

(ایسے میں جب ہر شخص ان کے خلاف ہو چکا ہے' تالیہ ان کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتی۔ برسوں پہلے تالیہ نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ اگر اس ملک میں سب ان کا ساتھ چھوڑ جائیں' تب بھی وہ ان کو اپنا لیڈر کہے گی۔ اور تالیہ مراد کو وعدے نبھانے آتے تھے۔)

....

تنگو کامل محمد کے اسٹڈی روم میں تناؤ کی سی کیفیت تھی۔ بلکہ تناؤ ایک بہت چھوٹا لفظ تھا۔ وہ اپنی کرسی پہ بیٹھے' میز پہ رکھے ہاتھ باہم پھنسائے' تالیہ مراد کو بغور دیکھ رہے تھے جو سامنے والی کرسی پہ بیٹھی تھی۔ اس کے لبوں پہ ایک اداس مسکراہٹ تھی۔

''مجھے وقت دینے کے لیے شکریہ' تنگو کامل۔''

''جب سکندر نے کہا کہ تم مجھ سے ملنا چاہتی ہو تو میں حیران ہوا تھا۔ آخری دفعہ ہم تب ملے تھے جب تمہارے پیچھے ایڈم بن محمد جاسوسی کرنے میرے گھر آیا تھا۔'' وہ واقعی متعجب تھے۔ تالیہ سوگواریت سے مسکرائی۔

''افسوس کہ آپ سے میں نے ہمیشہ جھوٹ بولے تھے یا بلوائے تھے۔'' وہ سیاہ ہیٹ پہنے ہوئے تھی۔ اس کی گردن میں موتیوں کی لڑی تھی اور لباس بیش قیمت تھا۔ یہ ان کے گھر میں ملازمہ کی طرح کام کرنے والی تالیہ نہیں تھی۔

''تالیہ... وہ جھوٹ ماضی میں بہت پیچھے رہ گئے۔ فاتح میرا دوست تھا۔ ان گزرے برسوں میں مجھے ساری کہانی سمجھ آگئی تھی۔ کچھ اس نے بتا دی تھی۔ میری بیوی کے زیورات کیسے نقلی زیورات میں تبدیل ہوئے' میرے پاس میری مخالف کمپنی کا لیپ ٹاپ کیسے آیا... اور مجھے ان کا پیٹنٹ چوری کر کے بزنس میں کتنا فائدہ ہوا... یہ ساری کڑیاں ملانا مشکل نہ تھا۔''

تالیہ نے اداسی سے اس کمرے کی دیواروں کو دیکھا۔ وہ اب بھی ویسی تھیں۔ وہی بک شیلف... وہی لکڑی کی میز۔ اور کچن

سے آتی سوپ کی وہی مہک۔

''کیا آپ مجھے معاف کر دیں گے؟'' وہ ان کو دیکھ کے بولی۔ تو وہ دھیرے سے مسکرائے۔ کمرے میں پھیلا تناؤ تھوڑا کم ہوا۔

''تم نے جتنی قیمت کے زیورات چرائے تھے' اس سے کہیں زیادہ مالیت کا پیٹنٹ مجھے میرے مخالف کے لیپ ٹاپ سے لا کر دیا تھا۔ جو منافع مجھے میرے لالچ نے دلوایا' وہی قیمت زیورات سے نکل گئی۔ مجھے تم پہ غصہ نہیں آیا تھا' تالیہ۔ شاید شروع میں آیا ہو۔ لیکن پھر بعد میں وہ ایک رنجیدگی میں بدل گیا۔''

''کب؟'' وہ چونکی۔

''جب میں نے دیکھا کہ لوگ تمہیں عصرہ محمود کی موت کا ذمہ دار قرار دے رہے ہیں۔ تب میں نے سوچا کہ کاش تم وہی سوپ پارلر میں کام کرنے والی تالیہ ہوتیں جو اپنے بے کار باپ کے گھر کی روزی روٹی کی ذمہ دار تھی اور جس کا باپ اس کی شادی زبردستی طے کر رہا تھا۔''

تالیہ نم آنکھوں سے مسکرا دی۔ ''میری کہانی اور میرا باپ اس سے بہت مختلف نہیں تھا۔''

''خیر میں جانتا تھا تم نے عصرہ کا قتل نہیں کیا۔ کیونکہ تم کسی کو اذیت نہیں دے سکتی تھیں۔ لالچ تو ہم دونوں نے کیا تھا۔ اس واقعے کے چند ماہ بعد شیلا کا مس کیرج ہوا۔ اور جب ہم نے اپنا بچہ کھویا تو ہماری زندگی میں تبدیلی آ گئی۔ اس لیے ہاں' میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔'' وہ شانے اچکا کے مسکرائے۔ ''اب بتاؤ میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں؟''

''میں چاہتی ہوں کہ علی کامل ڈارک ویب سے ایک کانٹریکٹ تھیف کو ہائر کرے اپنی ماں کا نیکلیس چرانے کے لیے۔ وہ چوری کے لیے اس کانٹریکٹر کو دو دن کا وقت دے گا۔ ان دو دنوں میں آپ اپنے گھر ایک پارٹی منعقد کریں گے۔ وہ کانٹریکٹر اسی پارٹی کے دوران نیکلیس چرانے کی کوشش کرے گی۔''

''مگر اس طرح میں شیلا کو خطرے میں ڈال دوں گا۔'' وہ فکرمند ہوئے۔

''وہ نقلی نیکلیس پہن کے پارٹی میں جائیں گی۔ اصل نیکلیس ان کے لاکر میں ہوگا۔ اور فکر نہ کریں' بات نیکلیس چرانے تک نہیں آئے گی۔ ہم اس کانٹریکٹ تھیف کو اس سے پہلے ہی پکڑ لیں گے۔ پلیز... یہ فاتح کے لیے ہے' کامل صاحب۔ یہ ہم سب کے گناہوں کا کفارہ ہے۔''

وہ مدھم سا مسکرا دیے۔ تالیہ نے اپنا لیپ ٹاپ کھولا اور اب اسکرین سے دیکھ کے ان کو ہدایات دینے لگی۔ وہ غور سے سنتے ہوئے سر ہلا رہے تھے۔

ان کے کچن سے ابھی تک سوپ کی مہک آ رہی تھی جس نے ماحول کو معطر بھی کر رکھا تھا اور اداس بھی۔

....

پردھان منتری کی رہائشگاہ کا ڈرائینگ روم سنہرے رنگوں سے سجا تھا۔ وہاں اسٹینڈز پہ کیمرے سیٹ تھے۔ فلیش کی تیز روشنی سامنے رکھی دو سنہری کرسیوں پہ پڑ رہی تھی۔

ایک پہ ایڈم بن محمد بیٹھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں چھوٹا سا ٹیب تھا جس سے پوائنٹس دیکھ دیکھ کے وہ سنجیدگی سے سوالات پوچھ رہا تھا۔ وہ سیاہ پینٹ پہ سفید شرٹ پہنے' آج کافی عام سے حلیے میں تھا۔ جیسے انٹرویو اتنی جلدی میں سیٹ ہوا ہو کہ اسے ڈھنگ سے تیار ہونے کا وقت نہ ملا ہو۔

وان فاتح اس کی نسبت انٹرویو کے لیے تیار لگتا تھا۔ سرمئی سوٹ میں ملبوس' وہ بالکل مطمئن اور پراعتماد تھا۔ ہلکی سی مسکراہٹ جواب دیتے ہوئے لبوں سے جدا نہیں ہو رہی تھی۔

''پی ایم صاحب... کیوں نا ہم ان ای میلز کی بات کر لیں جو اس وقت آپ کے لیے بہت بڑا مسئلہ بنی ہوئی ہیں۔''

فاتح کی بات ختم ہوتے ہی ایڈم بے چینی سے پہلو بدل کے بولا۔ پروڈیوسر اس کے کان میں بار بار زچ ہو کے کہہ رہا تھا کہ اسے اس وقت کے ہاٹ ٹاپک پہ آنا ہے جبکہ پردھان منتری اپنے ''تعلیمی بل'' سے آگے پیچھے نہیں جا رہے تھے۔ اب کے اس نے دوسری دفعہ سوال کیا تو فاتح نے ہلکے سے کندھے اچکائے۔

''ان ای میلز میں ملکی سلامتی کو خطرے میں ڈالنے والی کوئی بات نہیں تھی۔ البتہ ہم اس معاملے کی تحقیق کر رہے ہیں۔ جو بھی نتیجہ نکلا' میں اس سے آپ سب کو آگاہ کروں گا۔''

''مگر سر... آپ ایک پرائیوٹ سرور استعمال کر رہے تھے جس کے بارے میں مخالفین کہہ رہے ہیں کہ یہ ایک غیر ذمہ دارانہ فعل تھا اور...''

''جیسا کہ میں نے کہا' جو بھی اس معاملے کا قصوروار نکلا' اس کو سزا دی جائے گی۔''

اس کا لہجہ مضبوط تھا۔ ایڈم خاموش ہو گیا۔ پھر سر کو اثبات میں جنبش دی۔

''کیا آپ سوموار کی صبح واقعی تعلیمی بل پیش کرنے جا رہے ہیں۔''

''بالکل۔ اور میں اپنی پارٹی اور اپنے اتحادیوں سے کہنا چاہوں گا کہ اگر وہ میرے بل کے حق میں ووٹ نہیں دیں گے تو میرا نقصان نہیں کریں گے۔ اپنے بچوں کا کریں گے۔ اور پھر یہ لوگ عوام کو کیا منہ دکھائیں گے؟ بلکہ اپنے بچوں کا سامنا کیسے کریں گے؟ کیا ان کے بچے ان سے یہ نہیں پوچھیں گے کہ ایسا بل جو ان کی کالج ٹیوشن کو ساٹھ فیصد تک کم کرنے جا رہا

تھا اس کا ساتھ انہوں نے کیوں نہیں دیا؟'' وہ سنجیدگی سے کہتا جا رہا تھا۔

ایڈم بن محمد بور سا ہو کے اسے سنے گیا۔

ڈائیریکٹر نے کٹ بولا اور پروگرام ختم ہوا تو فاتح کالر پہ لگا مائیک احتیاط سے اتارنے لگا۔ ایڈم نے بغور اسے دیکھتے ہوئے اپنا مائیک اتارا۔

''آپ ای میلاد کے سوال سے احتراز کر رہے تھے۔''

فاتح نے مسکرا کے کھڑے ہوتے ہوئے اسے دیکھا۔ ''تم میری جگہ ہوتے تو کیا کرتے؟''

''کم از کم یہ نہ کرتا۔'' ایڈم بھی ساتھ ہی اٹھا۔ مائیک اب دونوں سے دور تھا اور کیمرہ کریو پیک اپ میں لگا تھا۔ ملٹری سیکرٹری اور باڈی مین فاصلے پہ کھڑے پردھان منتری کو اس اینکر سے بات کرتے دیکھ رہے تھے۔

''It's very lonely at the top, Adam.''

''میں جس وان فاتح کو جانتا ہوں وہ کوئی بات بے معنی نہیں کہتے۔'' ایڈم نے سوچتے ہوئے سوال کیا۔ ''ذمہ داران کو سزا دلوانے سے آپ کی کیا مراد تھی؟''

''تمہاری تو یادداشت کھو نہیں گئی تھی؟'' فاتح نے مسکرا کے اسے سر سے پیر تک دیکھا۔

ایڈم نے آنکھیں گھمائیں اور برا منہ بنایا۔ ''آئی وش۔'' پھر توقف سے بولا۔ ''ایک آخری بات۔''

وہ جو جانے کے لیے تیار تھا' رک کے اس کی بات سننے لگا۔

پیچھے کھڑے ملٹری سیکرٹری اور باڈی مین اب بے چینی سے اس اینکر کو گھور رہے تھے جس نے پی ایم کو روک رکھا تھا۔ ایڈم قدرے قریب ہوا اور آہستہ سے بولا۔

''آپ اس کیس کے سامنے ہار نہ مانیے گا۔ چے تا لیہ اس عورت کو ڈھونڈ نکالیں گی اور وہ گواہی دے دے گی۔ آپ اس اسکینڈل سے بہت آرام سے بچ نکلیں گے۔''

''ایڈم۔'' وہ مسکرایا۔ ''I don't need saving.... مجھے معلوم ہے مجھے کیا کرنا ہے۔''

''تو پھر آپ ان کو روک لیں۔'' ایڈم نے آواز دھیمی کی۔ اس کی آنکھوں میں منت تھی۔ ''ان کو اس ملک سے جانے نہ دیں۔ وہ یوں خوش نہیں رہیں گی۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ چے تا لیہ خوش رہیں۔''

''یہ فیصلہ اس نے خود کرنا ہے۔'' اسے فاتح کی مسکراہٹ اداس لگی تھی۔

''وہ آپ کے ساتھ زندگی شروع کرنا چاہتی تھیں لیکن وہ صرف اپنے بابا کے خط کی وجہ سے گلٹ میں چلی گئی ہیں۔ انہیں لگتا

ہے ان کو مراد راجہ کی بد دعا لگ چکی ہے اور انہیں خوش رہنے کا حق نہیں..."

"کیسا خط؟" فاتح کے ابرو تعجب میں اکٹھے ہوئے۔ ملٹری سیکرٹری کھنکھارتے ہوئے قریب آیا لیکن فاتح نے بنا مڑے ہاتھ اٹھا کے اسے روکا۔ وہ وہیں رک گیا۔

"ان کو ایک خط ملا تھا۔ جونکر اسٹریٹ والے مین ہول سے۔ وہ ان کے باپا کی طرف سے ہے جس میں تلخ باتیں لکھی گئی ہیں۔"

"اور وہ کیسے اس کا یقین کر سکتی ہے؟"

"واقعی۔ انہیں ان باتوں پہ یقین نہیں کرنا چاہیے تھا۔ وہ مراد راجہ نے صرف ان کو تکلیف دینے کے لیے لکھی تھیں اور..."

"وہ اس بات پہ کیسے یقین کر سکتی ہے کہ یہ خط اس کے باپ نے ہی لکھا ہے۔"

اس کے لہجے کی سنگینی محسوس کر کے ایڈم ٹھہر گیا۔ پھر ابرو اچکائے۔

"چے تالیہ کو اصل اور نقل ڈاکومنٹ کی پہچان ہے۔ اس زمانے کا کاغذ' مہر... پھر ان کے باپا کی لکھائی۔"

فاتح نے گہری سانس لی۔ "ایڈم... ہر انسان کی ایک کمزور کڑی ہوتی ہے جس سے اس کو دھوکہ دیا جا سکتا ہے۔" وہ مدھم آواز میں کہنے لگا۔ "میری وہ کمزور کڑی تالیہ تھی ورنہ میں ہیتا کو کبھی اپنے گھر میں جگہ نہ دیتا۔ وہ میرا بلائنڈ سپاٹ تھی۔ تالیہ کا بھی ایک بلائنڈ سپاٹ ہے۔ اس کا باپ۔ اس کا ماضی کا گلٹ۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ کوئی دوسرا تالیہ کے گلٹ کے ساتھ کھیل نہیں رہا؟"

ایڈم اپنی جگہ سن رہ گیا۔

فاتح اسے سر کے خم سے شب بخیر کہہ کے آگے بڑھ گیا۔ اس کے سرکاری ملازم ایڈم کو گھورتے ہوئے اس کے پیچھے لپکے۔

ایڈم چند لمحے کھڑا اس کی باتوں کو ذہن میں پراسیس کرتا رہا۔ پھر تیزی سے فون نکالا اور اپنے عملے کو وہیں چھوڑ کے باہر آیا۔

"داتن..." کچھ دیر بعد وہ پریشانی سے فون پہ کہہ رہا تھا۔ "وہ خط... وہ مراد راجہ نے نہیں لکھا۔ مجھے لگتا ہے وہ ذوالکفلی کی کوئی چال ہے۔ کیا آپ کسی طرح چے تالیہ کی تحویل سے وہ خط چرا سکتی ہیں؟"

"چور سمجھ رکھا ہے تم نے مجھے؟ اپنی دوست کے ہاں چوری کروں گی میں؟"

وہ آگے سے بگڑ کے بولی۔

ایڈم نے فون کان سے ہٹا کے اسے گھورا اور دوبارہ کان پہ لگایا۔

''یعنی آپ اسے پہلے ہی چرا چکی ہیں۔''

داتن آگے سے ہنس دی۔''ہاں۔اس کا لفافہ میں نے چرا لیا تھا اور میں اپنے ایک دوست کی لیب پہ اسے کل رات دے بھی آئی تھی۔وہ اس پہ کچھ ٹیسٹ کرے گا اور یہ بتائے گا کہ وہ خط قدیم زمانے کے کاغذ کا ہے یا نئے زمانے کا۔''

''کب بتائے گا؟''

''اب تک رپورٹ ریڈی ہو گی۔لیکن میں تالیہ کے ساتھ اس کے آخری کون کا حصہ ہوں۔میں تنگو کامل کے گھر کے باہر کار میں ہوں۔تالیہ اندر ہے۔ہم ییشا کے ظاہر ہونے کا انتظار کر رہے ہیں۔''

''مجھے لیب کا نام اور پتہ ٹیکسٹ کرو۔میں خود وہاں جاتا ہوں۔''وہ فکرمندی سے بولا۔اسے اس لیب کی رپورٹ ابھی اسی وقت چاہیے تھی۔اگر وہ تالیہ پہ یہ ثابت کر دیتا کہ وہ خط ذوالکفلی نے لکھا ہے نہ کہ مراد راجہ نے تو وہ اس کے گلٹ کو ختم کر سکتا تھا۔وہ تالیہ کو یہ یقین دلا سکتا تھا کہ اسے اس کی ہیپی اینڈنگ ملے گی۔

....

تنگو کامل کے گھر کے لان میں پارٹی کا اہتمام کیا گیا تھا۔رات کا اندھیرا آسمان کو سیاہ کیے ہوئے تھا لیکن لان کے درختوں پہ لگی روشنیوں کی لڑیوں نے اپنے تئیں سیاہی سے لڑنے کی پوری کوشش کی تھی۔ایک طرف باربی کیو بن رہا تھا۔دوسری جانب مہمان ٹولیوں کی صورت ہنستے مسکراتے گفتگو میں مصروف تھے۔

شیلا کامل نیلے گاؤن میں ملبوس مسکرا کے ایک مہمان سے دوسرے کی طرف جا رہی تھیں۔ان کی گردن میں پڑا ہیروں کا نازک سیٹ جگمگا رہا تھا۔گیٹ پہ سیکیورٹی کی بھاری تعداد موجود تھی۔تالیہ نے سیکیورٹی اچھی رکھنے کو کہا تھا۔اگر وہ کمزور ہوئی تو ییشا کو شک ہو جائے گا۔اسے چیلنج پسند تھا۔چیلنج دیکھ کے وہ بہت خوشی سے ہار چرانے آئے گی۔

وہ آئے گی۔وہ ضرور آئے گی۔تالیہ اس وقت ایک کمرے میں بیٹھی تھی۔کمرے میں اندھیرا تھا اور وہ کھڑکی کے ساتھ لگی بیٹھی باہر کی پر رونق پارٹی کو دیکھ رہی تھی۔اس نے سیاہ جمپ سوٹ پہن رکھا تھا۔سر پہ سیاہ ٹوپی تھی۔وہ اس اندھیر کمرے میں خود کو بھی دکھائی نہ دیتی تھی۔آنکھیں باہر لگی تھیں۔

دفعتاً اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور وہ خط نکالا۔اس کا لفافہ وہ کھو چکی تھی۔اسے معلوم تھا کہ اسے داتن نے چرایا ہو گا۔خیر۔

اس نے ایک دفعہ پھر خط پہ لکھی تحریر پڑھی۔وہ اس تحریر کو کئی دفعہ پڑھ چکی تھی۔ہر دفعہ یہ ایک نئی طرح سے اذیت دیتی تھی۔

مراد راجہ درست کہتا تھا۔تالیہ دنیا کے کسی حصے میں بھی چلی جائے' اس کا دل محبت سے خالی رہے گا۔بالکل بنجر۔

اس کی آنکھوں سے ایک آنسو نکلا اور خط پہ ٹپکا۔ جہاں "تمہارا باپ" لکھا تھا' وہ ان الفاظ پہ گرا اور انہیں بھگو گیا۔ اس نے انگلیوں سے ان بھیگے لفظوں کو چھوا۔ وہ جیسا بھی تھا اور وہ جیسی بھی تھی...وہ باپ بیٹی تھے۔

اس نے خط تہہ کر کے جیب میں ڈال لیا۔ اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔ ادھر ادھر پھرتی شیلا کی گردن میں نیکلیس ابھی تک موجود تھا۔ ییشا ابھی نہیں آئی تھی۔

....

"یہ کاغذ عام کاغذوں سے بالکل مختلف ہے۔ عجیب بات ہے کہ ایسی چیز میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔"

لیب میں نیلی سفید بتیاں جلی تھیں۔ ایک سفید کوٹ میں ملبوس ادھیڑ عمر آدمی ایڈم کو بتا رہا تھا۔ دونوں ایک میز کے اطراف میں کھڑے تھے جس پہ چند مشینیں رکھی تھیں۔ خط کا لفافہ بھی وہیں ایک ٹرے میں رکھا تھا۔

"آج کل کاغذ لکڑی کے pulp سے بنایا جاتا ہے۔ جبکہ یہ کاغذ linen rags سے بنایا گیا ہے۔ جیسے پرانے زمانے کے کاغذات ہوتے تھے۔ اور یہ خالص موم کی مہر ہے۔ اور یہ دھاگا...یہ سینتھیٹک نہیں ہے۔ یہ سب آج کل نہیں ملتا۔ لیکن..."

ایڈم کی امید بڑھی۔ تیزی سے پوچھا۔ "لیکن؟"

"لیکن ایسے خطوط ہمیشہ اینٹیک ہوتے تھے۔ وہ کئی سو برس پرانے ہوتے ہیں۔ میں یہ نہیں سمجھ پا رہا کہ یہ خط age کیوں نہیں ہوا۔ یہ نیا نکور ہے۔"

ایڈم کا جوش جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ "ایسے جیسے کسی نے قدیم زمانے سے اسے کوریئر کیا ہو۔ اور یہ ہمارے پاس پہنچ گیا ہو۔ ایج ہوئے بغیر۔"

"بالکل۔ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔" وہ پرجوش سے انداز میں بولا۔ ایڈم کے چہرے پہ پھیلتی مایوسی چھپی نہ رہ سکی۔

"یعنی یہ کوئی فورجری نہیں ہے۔ یہ قدیم زمانے کا کاغذ ہے۔ اس کو نئے زمانے میں بنانے کی کوشش نہیں کی گئی۔"

"بنا تو ظاہر ہے اسی زمانے میں ہے۔ قدیم زمانے کا ہوتا تو کئی سو برس پرانا ہوتا۔"

"واٹ ایور۔" وہ تکان سے بولا۔ وہ وقت کے چکر اس شخص کو نہیں سمجھا سکتا تھا۔

"ویسے آپ کو یہ کہاں سے ملا؟"

"یہ اہم نہیں ہے۔ میں چلتا ہوں۔" ایڈم نے گھڑی دیکھی اور ہاتھ بڑھا کے لفافہ اٹھا لیا۔

"نو۔نو...اس کو ہاتھ نہ لگاؤ۔" اس نے ایسے کرنٹ کھا کے کہا کہ ایڈم نے جھٹکے سے لفافے چھوڑ دیا۔ وہ نیچے جا گرا۔ ڈاکٹر

جھکا اور دستانے والے ہاتھ میں ٹوئیزر پکڑے احتیاط سے اسے اٹھایا اور سیدھا ہوا۔

''اس میں ایسا کیا ہے؟'' وہ تعجب سے بولا۔ ڈاکٹر نے لفافہ زپ لاک بیگ میں ڈالا اور سنجیدہ چہرہ اوپر اٹھایا۔

''یہ زہریلا ہے۔''

ایڈم بن محمد کو لگا.. وہ اگلا سانس نہیں لے سکے گا۔

''زہریلا؟ یہ کاغذ زہریلا ہے؟''

''کاغذ نہیں۔ اس پہ جو الفاظ لکھے ہیں ''پتری تاشہ بنت مراد کے نام'' وہ زہریلے ہیں۔ میں نے اس کی روشنائی کو ٹیسٹ کیا ہے۔ روشنائی نہ صرف سنتھیٹک ہے یعنی کسی فیکٹری میں بنی ہے بلکہ زہریلی بھی ہے۔''

''اس کے اندر موجود سارا خط اسی روشنائی سے لکھا گیا تھا۔'' وہ چونک چونک گیا۔ دل زور سے دھڑکا۔ ''یہ کس قسم کا زہر ہے؟''

ڈاکٹر نے جھرجھری سی لی۔

''یہ تو ہم ابھی تک معلوم نہیں کر سکے۔ قوی امکان ہے کہ یہ کسی زہریلے پودے سے اخذ کیا گیا ہے۔ یہ صرف گیلا ہونے پہ اثر کرتا ہے۔ سائینائیڈ سے ملتا جلتا ہے لیکن سائینائیڈ نہیں ہے۔ یہ جلد کے ذریعے جسم میں داخل ہوتا ہے۔ انگلیوں سے اندر جاتا ہے اور آہستہ آہستہ دل بند کر دیتا ہے۔ یہ ایک عجیب طرح کا زہر ہے جس سے پچھلے تین برس میں چار ہلاکتیں ہوئی ہیں۔ میں نے اس کے اجزاء کو پولیس ریکارڈ سے میچ کیا تھا۔ یہ بالکل وہی زہر ہے۔''

''اور یہ چار ہلاکتیں کن کیسز میں ہوئی تھیں؟'' وہ دم بخود تھا۔

''چاروں دفعہ ہیرے یا قیمتی زیورات چرائے گئے تھے۔ یوں لگتا ہے اس زہر کو استعمال کرنے والا کوئی گرفتر یا چور ہے جو اپنے شکار کو ایسی تحریر بھیجتا ہے جو اس کو دھیرے دھیرے مار دے۔''

ایڈم نے بے اختیار میز کا کونا تھاما۔ اس کی رنگت سفید پڑ رہی تھی۔

''آپ نے کہا یہ گیلا ہونے پہ اثر کرتا ہے؟''

''ہاں۔ سوکھے کاغذ کو چھونے سے کچھ نہیں ہوتا۔ لیکن اگر یہ روشنائی بھیگ جائے اور اسے ہاتھ لگا لو تو ایک سے دو گھنٹے کے اندر موت واقع ہو جاتی ہے۔ تکلیف دہ موت۔'' وہ افسوس سے کہہ رہا تھا۔ ایڈم کو لیب کی سفید ٹیوب لائٹس اپنے سر پہ گھومتی ہوئی محسوس ہوئیں۔

''کیا... کیا اس زہر کا کوئی تریاق ہے؟''

''ابھی تک اس زہر کا شکار کوئی مریض بروقت ہسپتال نہیں لایا جا سکا۔ ہر دفعہ وقت گزر چکا ہوتا تھا۔''

وقت... ایڈم نے گھڑی دیکھی... سارے کھیل وقت کے تھے۔

وہ اگلی بات سنے بغیر بے اختیار باہر کو بھاگا.... اس کے ماتھے پہ پسینہ آ رہا تھا اور اسے زمین آسمان گھومتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ ساتھ ہی وہ تیزی سے تالیہ کا نمبر ملا رہا تھا لیکن وہ فون نہیں اٹھا رہی تھی۔

ذوالکفلی نے تالیہ مراد سے بدلہ اس خط کے ذریعے لے لیا تھا۔

....

وہ ابھی تک اس اندرونی کمرے میں بیٹھی تھی۔ کمرہ اندھیر تھا اور وہ کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔ پارٹی زور و شور سے جاری تھی۔ مدھم موسیقی پس منظر میں بج رہی تھی۔

لان کی گھاس پہ مہمان ٹولیوں کی صورت میں بکھرے تھے۔ ملازم برتن لگاتے ادھر ادھر پھر رہے تھے۔ ہر طرف قمقموں اور پھولوں سے سجاوٹ کی گئی تھی۔ بغیر چیک کیے کسی مہمان کو اندر آنے نہیں دیا جا رہا تھا۔ وہ ہر نئے مہمان پہ نظر رکھے ہوئے تھی۔ میشا یقیناً کسی مہمان کے روپ میں آئے گی وہ جانتی تھی۔ تالیہ نے پولیس یا کسی پرائیوٹ سیکیورٹی کا خطرہ مول نہیں لیا تھا۔ میشا کو شک ہو جاتا اور وہ نہ آتی۔ اس کو معلوم تھا کہ میشا کے لیے ایک وہی کافی تھی۔

اور تب ہی اس نے وہ آواز سنی۔

کسی جانور کے رونے کی آواز۔

کسی خواب کی سی کیفیت میں تالیہ نے چہرہ موڑا۔

اندھیر کمرے کے دوسرے سرے پہ وہ کھڑا تھا۔

ایک سفید ہرن۔

اس کے ہونٹوں سے خون بہہ رہا تھا۔

اس کی بڑی بڑی سبز آنکھیں تالیہ پہ جمی تھیں۔

وہ ننھے غزال کی آنکھوں میں دیکھتی گویا مبہوت ہو گئی۔ پھر وہ پلٹ گیا۔ وہ بے خودی اٹھی اور اس کی جانب قدم بڑھائے۔

لیکن وہ دھیرے دھیرے اندھیرے میں تحلیل ہو گیا۔

تالیہ نے پلکیں جھپکائیں۔ ادھر ادھر دیکھا۔ وہ اب وہاں نہیں تھا۔

کیا وہ ایسی چیزیں دیکھنے لگی تھی جن کا وجود نہیں تھا؟ یہ اس کے خوابوں جیسا معاملہ نہ تھا۔ یہ کچھ اور تھا۔

اس کے سر میں ایک دم سے درد کی ٹیسیں اٹھنے لگیں۔اس نے کنپٹی کو مسلا اور واپس کھڑکی کی طرف آئی۔متلاشی نظروں سے مسز شیلا کو ڈھونڈا۔وہ ایک طرف کھڑی ہنستے ہوئے کسی مہمان سے بات کر رہی تھی۔اس کی گردن خالی تھی۔

تالیہ نے بے یقینی سے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی۔سب کچھ معمول کے مطابق تھا۔وہ تیزی سے دروازے کی سمت بھاگی۔لاؤنج دوڑتے ہوئے عبور کیا۔پھر لان میں آئی اور سیدھی مسز شیلا کے سر پہ پہنچی۔

اسے دیکھ کے وہ حیران رہ گئی۔پھر ادھر ادھر دیکھا۔"کیا ہوا؟"

تالیہ نے اس کا بازو تھاما اور اسے مہمانوں سے ذرا فاصلے پہ لے گئی۔

"آپ کا نیکلیس کہاں ہے؟"

شیلا نے فوراً گردن پہ انگلیاں رکھیں۔پھر اسے ٹٹولا۔گردن خالی تھی۔اس کی آنکھیں بے یقینی سے پھیلیں۔

"ابھی...ابھی تو میری گردن میں تھا۔اوہ گاڈ۔"اس نے پریشانی سے ادھر ادھر دیکھا۔

"مسز شیلا..مجھے یاد کر کے بتائیں...ابھی دو منٹ پہلے وہ آپ کی گردن میں تھا۔"وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے تیزی سے بولی۔یقیناً دور نہیں گئی ہوگی۔"ان دو منٹ میں کوئی آپ سے ٹکرایا ہے؟"

شیلا چونکی۔"ہاں۔وہ کوئی ویٹرس تھی۔اس کے پاس گلاسز کی ٹوکری تھی۔اس کے گلاس گرتے گرتے بچے...لیکن مجھے علم ہوئے بغیر کوئی میرا نیکلیس کیسے اتار سکتا ہے؟"

"وہ کس طرف گئی ہے؟"وہ پھولتے سانس سے بولی۔سر میں درد بڑھتا جا رہا تھا۔

"شاید اس طرف۔"شیلا نے پریشانی سے ایک سمت میں اشارہ کیا۔تالیہ نے گردن اٹھا کے دیکھا۔وہاں باربی کیو ہو رہا تھا اور دوسرے بہت سے یونیفارم والے ملازم کھڑے کام کر رہے تھے۔وہ تیزی سے اس طرف لپکی۔

"کیا کسی نے ایک ویٹرس کو دیکھا ہے جس کے پاس گلاسز کی ٹوکری تھی؟"اس نے تیزی سے پوچھا۔دو ویٹرز نے ایک ساتھ کہا۔

"کون سارہ؟وہ کچن کی طرف گئی ہے۔اس نے.."

تالیہ تیزی سے اس طرف بھاگی۔یقیناً اتنے لوگوں کے باعث تیزی سے نہیں بھاگی ہوگی۔وہ آہستہ سے نکلی ہوگی۔اسے معلوم تھا۔

جس لمحے وہ کچن میں پہنچی اس نے ایک جھلک دیکھی۔سفید اور سیاہ ویٹرس یونیفارم پینٹری کی طرف غائب ہوا تھا۔

تالیہ نے رفتار کم کی اور دبے قدموں چلتی پینٹری تک آئی۔پینٹری خالی تھی اور اسی پل عقبی دروازہ بند ہوتا دکھائی دیا۔

شاید اسے معلوم ہو گیا تھا کہ اس کے تعاقب میں کوئی آرہا ہے۔

تالیہ تیزی سے دروازے سے باہر نکلی۔ عقبی دیوار پھاند کے سیاہ سفید یونیفارم غائب ہوا تھا۔

تالیہ نے دیوار پہ دونوں ہاتھ رکھے۔ اطراف میں اندھیرا تھا یا اسے محسوس ہو رہا تھا۔ دھند سی تھی جو چھا رہی تھی۔ اس نے پلکیں جھپکائیں۔ دھند چھٹنے لگی۔ یہ کیا ہو رہا تھا؟

اس نے دیوار پہ رکھے اپنے ہاتھ دیکھے۔ اس کے ناخنوں کا رنگ بدل رہا تھا۔ مگر اس نے سر جھٹکا۔ اور جوگر دیوار پہ رکھا۔ پوری قوت لگا کے اوپر چڑھی۔ پھر دوسری طرف پھاندی۔

اس کے جوتوں کے زمین پہ لگنے کی آواز دھپ سے آئی۔

تالیہ توازن برقرار نہ رکھ سکی اور نیچے کو لڑھکی۔ ہتھیلیوں کے بل خود کو گرنے سے سنبھالنا چاہا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔

وہ گلی تاریک تھی۔ سیدھ میں جاتی اور دائیں جانب مڑ جاتی۔ اطراف میں اونچی دیواریں تھیں اور مخالف سمت میں سڑک۔

وہاں بس ایک اسٹریٹ لائٹ تھی جس کی روشنی ناکافی تھی۔ کچرے کا ایک ڈمپسٹر تالیہ کے قریب رکھا تھا۔ وہ ہتھیلیوں اور گھٹنوں کے بل زمین پہ جھکی تھی۔ سر تک نہیں اٹھایا جا رہا تھا۔ اس کی حد نگاہ میں گلی کا پکا فرش تھا۔ بدقت اس نے نظریں ذرا کی ذرا اٹھائیں۔

گلی کے دوسرے سرے پہ سفید سیاہ اسکرٹ والی لڑکی کے سیاہ جوتے رک گئے تھے۔ پھر اسے وہ جوتے گھومتے دکھائی دیے۔ وہ واپس اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔

وہ بدقت زور لگا کے سیدھی ہوئی۔ اب اس کے گھٹنے زمین پہ تھے اور چہرہ سامنے۔ وہ دیکھ سکتی تھی کہ ایشا دوسرے کونے سے مڑ کے واپس آ رہی تھی۔

آہستہ آہستہ۔

تالیہ نے نڈھال سے انداز میں پیچھے کو ٹیک لگائی۔ اس کی کمر کچرے کے ڈمپسٹر سے جا لگی۔

وہ دوزانو نڈھال سی بیٹھی نیم کھلی آنکھوں سے اس ہیولے کو دیکھے گئی جو اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

ایشا اندھیرے میں تھی۔ چند قدم قریب آئی تو چہرہ مدھم سی روشنی میں آیا۔ اسٹریٹ پول کے باعث یہاں تھوڑی بہت روشنی تھی۔

تالیہ نے پلکیں جھپکائیں۔ دھندسی دھند تھی جو ہر جگہ چھا رہی تھی۔ وہ گہرے گہرے سانس لینے لگی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی اس کا گلا گھونٹ رہا ہو۔ نہ آواز نکلتی تھی نہ سانس۔

''تالیہ مراد...تم کبھی ہار نہیں مانتیں، ہے نا؟'' ییشا نے افسوس سے سر نفی میں ہلا کے کہا۔

تالیہ نے ہاتھ اٹھانے چاہے لیکن اس کی بند مٹھیاں پہلوؤں میں گری رہیں۔ اس کا جسم مفلوج ہو رہا تھا۔

ییشا پنجوں کے بل اس کے سامنے بیٹھی۔ اس نے مانگ نکال کے ویٹرسز کی طرح بال جوڑے میں باندھ رکھے تھے۔ وہ افسوس سے تالیہ کو دیکھ رہی تھی۔

''تو یہ سب تم نے اسٹیج کیا تھا۔ مجھے پکڑنے کے لیے۔ چچ'' وہ دھیرے سے بولی۔ ''مجھے آج تک کوئی نہیں پکڑ سکا۔ اور تم اس وقت مجھے پکڑنے کی حالت میں نہیں لگ رہیں۔ کیا ہوا ہے تمہیں؟'' وہ غور سے پتلیاں سکوڑے اس کے چہرے کے رنگ دیکھ رہی تھی۔

تالیہ کی نظریں ییشا کے کندھے سے پھسلتی اس کے عقب میں جا رکیں۔ گلی کے دوسرے سرے پہ کوئی تھا۔ اندھیرے میں روشنی کا ایک ہیولہ۔

''یہ ذوالکفلی نے کیا ہے، ہے نا؟'' وہ مدھم آواز میں افسوس سے کہنے لگی۔ ''وہ اپنا مخصوص زہر بنا رہا تھا کچھ دن پہلے اور اسے سیاہی کے ساتھ ملا رہا تھا۔ میرا خیال تھا اپنے کسی ٹارگٹ کے لیے بنا رہا ہے۔ لیکن اپنی ہی اسٹوڈنٹ کے لیے؟ چچ چچ...تم موت کے قریب ہو تالیہ... مجھے افسوس ہے... مجھے واقعی افسوس ہے...''

اس نے دھیرے سے تالیہ کی سرد پڑتی مٹھی پہ ہاتھ رکھا۔

''ایک کون وومن کو دوسری کون وومن کے ساتھ ہونا چاہیے...اس کے آخری وقت میں...'' پھر ییشا نے گردن اٹھا کے افسوس سے اطراف میں دیکھا۔

''ایک تاریک گلی میں کسی کچرے کے ڈبے کے ساتھ موت...آج تم اس طرح مرو گی۔ کل میں اس طرح مروں گی۔ میرے اور تمہارے جیسے لوگوں کا یہی انجام ہوتا ہے، تالیہ۔ ہمیں اندھیرے نگل جاتے ہیں۔''

تالیہ کی نظریں گلی کے سرے پہ جمی تھیں۔ آنکھوں کے آگے دھند تھی۔ اس نے پلکیں جھپکائیں، دھند ہلکی ہوئی۔

بالآخر وہ اسے نظر آنے لگا۔ وہ سفید ہرن...وہ وہیں کھڑا تھا۔ اپنی بڑی بڑی سبز آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''تمہیں اپنے اندھیرے قبول کر لینے چاہیے تھے۔ مگر نہیں تالیہ۔ تمہیں روشنی چاہیے تھی۔ تمہیں رنگ چاہیے تھے۔ جبکہ ہمارا صرف ایک رنگ ہوتا ہے۔ اندھیرے کا رنگ۔ دیکھو روشنی نے تمہیں کیا دیا۔ ایک اندھیر گلی میں گمنام موت...''

وہ پنجوں کے بل بیٹھی افسوس سے کہہ رہی تھی۔ مگر تالیہ اسے نہیں دیکھ رہی تھی۔ وہ غزال کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ اس کے دیکھتے ہی دیکھتے ننھے ہرن کی سبز آنکھیں پانی سے بھرتی گئیں۔

ہرن نے پلکیں جھپکائیں۔ آنسو اس کے چہرے پہ لڑھکے۔

تالیہ کو اپنے گال پہ گرتا گرم قطرہ محسوس ہوا تھا۔

''میں نہیں جانتی یہ کس چیز کے آنسو ہیں۔'' ییشا نے انگلی کے پورے پہ اس کے گال کا قطرہ اٹھایا۔

''یہ ذاولکفلی کا زہر تھا۔ تکلیف دیتا ہے۔ مگر آئی ایم سوری... اس کا تریاق کسی کے پاس نہیں ہے۔''

سفید ہرن ابھی تک اسے دیکھ رہا تھا۔ تالیہ نے دیکھا' ہرن کے ہونٹوں سے دھیرے دھیرے سرخ قطرے ٹپکنے لگے تھے۔

''تمہارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔'' ییشا دھیمی آواز میں ملال سے کہہ رہی تھی۔ ''تمہارے منہ سے خون نکلنا شروع ہو چکا ہے۔ میں تمہارے لیے ایک کام کرسکتی ہوں۔'' کہتے ہوئے ییشا نے اس کی جیکٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور اس کا موبائل نکالا۔ اس کو آن کیا۔ پھر تالیہ کے چہرے کے سامنے لا کے اسے اَن لاک کیا۔ اب وہ اس پہ کوئی نمبر ملا رہی تھی۔

تالیہ ابھی تک اس گھائل غزال کو دیکھ رہی تھی۔ وہ اسے بھیگی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے مڑ رہا تھا۔

اس کا دل بری طرح ڈوبا۔ وہ اسے روکنا چاہتی تھی۔ مگر نہ آواز نکلتی تھی نہ ہاتھ حرکت کرتے تھے۔

ییشا فون پہ کچھ کہہ رہی تھی۔ لیکن تالیہ سن نہیں پا رہی تھی۔ وہ خوف سے اس غزال کو دیکھ رہی تھی۔ وہ کہاں جا رہا تھا؟ وہ تو اس کا گارڈین اینجل تھا؟ یا کیا وہ موت کا فرشتہ تھا؟ وہ اسے چھوڑ کے کیوں جا رہا تھا؟

بھیگی آنکھوں والا سفید غزال مڑ گیا۔ اس کے منہ سے نکلنے والے خون کے قطرے زمین پہ ننھے سے تالاب بصورت جمع تھے۔

وہ مڑا تو تالیہ نے اسے پکارنے کے لیے لب کھولے لیکن اس کا جسم حرکت کرنے سے انکاری تھا۔

ہرن اب دور جا رہا تھا۔

اندھیری دھند میں تحلیل ہو رہا تھا۔ تالیہ نے پلکیں جھپکانی چاہیں لیکن اس کی پلکیں بھاری ہو رہی تھیں۔

سب ختم گیا تھا۔

اس کی ہیپی اینڈنگ اس دھند میں کھو گئی تھی....

....

تاشہ...

وہ شہزادیوں جیسی تھی...

اور اس نے ایک غلام سے شادی کی تھی

اور اسے آزاد کر دیا تھا...

''بے تالیہ... آپ کتابیں نہیں پڑھتیں؟''

''کیا تمہیں وعدہ نبھانے آتے ہیں؟''

''ہونہہ۔ اصلی فوجی ہونا نقلی شہزادی ہونے سے بہتر ہوتا ہے۔''

''تم میرے ساتھ رہو۔ مجھے تمہاری اور تمہیں میری ضرورت ہے۔''

''میں انسان نہیں ہوں کیا؟ میرے اندر ریل ڈلتے ہیں؟''

میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ تمہیں وقت کی قید سے نکال لاؤں گا اور وعدے کبھی پرانے نہیں ہوتے۔''

''بڑے ہی کوئی ولن ہیں آپ کے بابا۔ وہی تو میں سوچ رہا تھا کہ آپ کس پہ گئی ہیں۔''

''میری خواہش ہے کہ تم میرے ساتھ ہوتی اور ہم اس کتاب کو ایک ساتھ پڑھ سکتے۔''

''میں نے آپ کو اتنا عرصہ ماضی میں کیسے برداشت کیا تھا؟''

''جو تمہیں کرنا آتا ہے، وہ ہمیشہ تمہاری جان بچاتا رہے گا۔''

''یہ پہلی دفعہ نہیں ہے جو ایک شہزادی نے ایک گستاخ پہ تشدد کروایا ہو۔''

''جنگل ہمیشہ زندہ ہوتا ہے۔ جنگل سے جنگ نہیں کرتے۔''

''اتنے عیش سے رہنے والوں کا قیامت کے دن الگ سے حساب ہوگا۔''

''کبھی مجھ سے ملنے آؤ، حالم۔''

''بے تالیہ آپ بہت ذہین ہیں اور آپ جیسے ذہین لوگوں کو جانتی ہیں کہاں ہونا چاہیے؟ جیل میں۔''

''دل چاہتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔''

''جو تمہیں کرنا آتا ہے، وہ ہمیشہ تمہاری جان بچاتا رہے گا۔''

''جو تمہیں کرنا آتا ہے وہ ہمیشہ...''

''جو تمہیں کرنا....''

تالیہ نے دھیرے سے آنکھیں کھولیں۔ پلکیں ابھی بھی بھاری تھیں لیکن وہ ان کو کھول سکتی تھی۔

نگاہوں کے سامنے سب کچھ سفید تھا۔

سفید چھت۔ سفید پردے۔ سفید لحاف جسے اوڑھے وہ لیٹی تھی۔

اس کی نظریں اپنے وجود پہ پھسلیں۔ اس کے ہاتھ کی پشت سے نالیاں جڑی تھیں۔۔۔اور ان پہ سفید بینڈ تیج لگا تھا۔

اس نے دھیرے سے نظریں اٹھائیں۔ دھند غائب ہونے لگی۔ اس کا دماغ ابھی تک غنودہ تھا لیکن وہ اپنے ساتھ بیٹھے شخص کو پہچانتی تھی۔

''تالیہ'' وہ مسکرایا۔ وہ اس کے بیڈ کے ساتھ کرسی پہ بیٹھا تھا۔ اس کی طرف جھکے مسکرا کے اسے جاگتے دیکھ رہا تھا۔

''کیا یہ ایک خواب ہے؟'' وہ بے یقینی سے بولی۔ آواز ایسی تھی جیسے گلا خراب ہو۔

فاتح نے نفی میں سر ہلایا۔

''اونہوں۔ تم ہسپتال میں ہو اور تم ٹھیک ہو۔''

''نہیں۔'' کچھ غلط تھا۔ اس سارے منظر نامے کی سینس نہیں بنتی تھی۔

اس نے پریشانی سے اٹھ کے بیٹھنا چاہا لیکن فاتح نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کے اسے روک دیا۔ اس میں اٹھنے کی سکت بھی نہیں تھی۔ یہ سب غیر حقیقی تھا۔

''تالیہ.. تم ٹھیک ہو۔''

''مگر... میشا نے کہا تھا اس زہر کا کوئی تریاق نہیں ہے۔'' وہ پلکیں بار بار جھپکتی فاتح کو دیکھ رہی تھی۔

''کون سا زہر؟ تمہیں کسی زہر نے نہیں چھوا تھا۔ یہ فوڈ پوائزننگ تھی۔ تم نے کچھ غلط کھا لیا تھا۔''

تالیہ نے بے یقینی سے پلکیں جھپکائیں۔ یہ غلط تھا۔ سب غلط تھا۔ غیر حقیقی۔ خواب۔

''میشا... وہ پکڑی گئی؟''

فاتح نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''سب ٹھیک ہو چکا ہے۔ سارے مسئلے حل ہو چکے ہیں۔''

تالیہ نے تکان سے سر تکیے پہ ڈال دیا۔ اس کا ذہن ایک دفعہ پھر غنودگی میں جانے لگا۔

''میشا نے... میشا نے اعتراف کر لیا؟ آپ کی کرسی اب خطرے میں نہیں ہے؟ آپ ابھی تک وزیراعظم ہیں؟'' وہ بے یقینی سے پوچھ رہی تھی۔ فاتح نے پھر سے اثبات میں سر ہلایا۔

''میں پردھان منتری ہوں۔ اور سب کچھ ٹھیک ہو چکا ہے۔ ہمارے حق میں۔''

''میں کتنی دیر سوتی رہی؟''اس نے آنکھیں کھول کے گھڑی دیکھنی چاہی لیکن سفید کمرے میں گھڑی نہیں تھی۔اس کمرے میں وقت کا کوئی حساب نہ تھا۔

''آج کون سا دن ہے؟''اس کی پلکیں بھاری ہو رہی تھیں۔وہ بڑبڑائی۔''صبح سوموار ہے نا...سوموار کو کچھ ہونا تھا..''

اس کا ذہن کام نہیں کر رہا تھا۔کمرہ خوب روشن تھا۔اتنا سفید روشن کہ آنکھیں چندھیا جاتی تھیں۔اس سارے منظرنامے میں کچھ غلط تھا۔ہر چیز کا ٹھیک ہو جانا غلط تھا۔

کیا یہ خواب تھا؟یا وہ وہی دیکھ رہی تھی جو وہ دیکھنا چاہتی تھی؟

''تم..سو جاؤ..''فاتح اسے کہہ رہا تھا۔اس نے آنکھیں بند کر دیں۔

کوئی اسے کہہ رہا تھا..اس کے اندر...کہ وہ جاگ جائے...اسے جاگنا ہے...کچھ غلط ہے..لیکن اس کی آنکھیں بوجھل ہونے لگیں۔ذہن ایک دفعہ پھر تاریکی میں ڈوب گیا۔

....

اب کی بار اس کی آنکھ ایک جھٹکے سے کھلی۔چند لمحے وہ چت لیٹی سانس لیتی رہی۔پھر پلکیں جھپکائیں۔چھت واضح ہوئی۔یہ وہی چھت تھی جو اس نے پچھلی دفعہ جاگنے پہ دیکھی تھی۔لیکن تب وہ سفید تھی۔

اب وہ مسٹرڈ رنگ کی تھی۔

اس کی نظریں نیچے پھسلیں۔وہی کمرہ تھا لیکن دیواروں کا رنگ سرمئی تھا۔پردے سبز پھولوں والے تھے۔ میزوں پہ پھول رکھے تھے،فائلیں رکھی تھیں۔اس کے ہاتھ سے جڑی نالیوں میں سفید نہیں بلکہ رنگ دار مائع قطرہ قطرہ ٹپک رہا تھا۔

وہ چونک کے اٹھی۔اس کی توانائی واپس آ چکی تھی۔ادھر ادھر ہاتھ مارا۔ایک گھنٹی بج اٹھی۔تالیہ نے بٹن سے اپنے بیڈ کو پیچھے سے اونچا کیا۔پھر اپنے چہرے کو چھوا۔وہ ٹھیک تھی۔وہ حرکت کر سکتی تھی۔اس کا جسم اب مفلوج نہیں تھا۔پھر بھی دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

دروازہ کھلا اور ایک نرس اندر داخل ہوا۔ہاتھ میں فائل پکڑے وہ تالیہ کے سامنے آ کھڑا ہوا اور مسکرا کے اسے دوپہر بخیر کہا۔''آپ جاگ گئیں۔بالآخر۔''

''بالآخر؟''وہ سکتے میں آ گئی۔''میں کتنی دیر سے بے ہوش تھی؟''

''اب تو ہم نے دنوں کا حساب رکھنا بھی چھوڑ دیا تھا' چے تالیہ۔''

''یہ...یہ کون سا سال ہے؟''اس کا سانس رک گیا تھا۔

''یہ 2030 ہے۔ آپ پچھلے نو سال سے کوما میں تھیں اور آج آپ جاگی ہیں۔''

وقت ایک لمحے کو تھم گیا۔

تالیہ مراد کا سانس رک گیا۔

اس کی ساری حسیات سن ہو گئیں۔

اسے لگا وہ اگلا سانس نہیں لے سکے گی۔ لیکن پھر اس نے بدقت سانس کھینچی۔

''کتنے پیسے دیے ہیں تمہیں داتن نے یہ مذاق کرنے کے لیے؟''

عقب میں قہقہہ بلند ہوا تو تالیہ کے ابرو بھنچ گئے۔ اس نے برہمی سے نرس کے پیچھے سے نکلتی داتن کو دیکھا۔

''لڑکی.. تمہارے چہرے کے تاثرات ریکارڈ کرنے والے تھے۔''

وہ گردن پیچھے پھینک کے ہنستی ہوئی آگے آئی۔ نرس بھی چہرہ نیچے کر کے ہنسی روکتے ہوئے مڑ گیا۔

تالیہ اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورے گئی۔

''ناٹ فنی۔ داتن۔ ناٹ فنی۔'' اس نے اپنے دل پہ ہاتھ رکھا جو ایک لمحے کے لیے اتنی بری طرح ڈوبا تھا کہ ابھی تک اس کی دھڑکن نارمل نہیں ہوئی تھی۔

''ریلیکس گرل۔ تم کل رات یہاں لائی گئی تھیں۔ اور ابھی اس بات کو پورا دن بھی نہیں گزرا۔''

''مجھے سمجھ آ گیا تھا۔'' تالیہ نے پیچھے کو ٹیک لگائی اور الجھے ہوئے انداز میں پردوں کو دیکھا۔ وہ سفید کیوں نہیں تھے؟

''کیا فاتح میرے ساتھ تھے؟ کس وقت؟''

''ہاں۔ وہ صبح تک یہیں تھے۔''

''تو وہ خواب نہیں تھا۔ لیکن یہ کمرہ سفید تھا۔'' وہ بڑبڑائی۔ ''یا میں وہی دیکھ رہی تھی جو میں دیکھنا چاہتی تھی۔''

''تم کیا دیکھنا چاہتی تھیں؟''

''میری ہیپی اینڈنگ جس کا رنگ سفید ہو۔ لیکن نہیں۔ سب کچھ اتنا سفید نہیں ہو سکتا جتنا مجھے دکھا تھا۔'' پھر اس نے سر جھٹکا اور داتن کو دیکھا۔

''خیر... میشا کا بتاؤ... اس نے اعتراف کر لیا؟ اب تو اپوزیشن فاتح کو امپیچ نہیں کرے گی نا۔''

''میشا؟'' داتن نے استفہامیہ انداز میں ابرو اٹھایا۔

''یہ مت کہنا اب کی بار تمہاری یادداشت کھو گئی ہے۔'' وہ چڑ گئی۔

''تالیہ.... ییشا کہاں ہے تمہیں پتہ ہے؟''

اب کی دفعہ وہ واقعی سانس لینا بھول گئی۔

''داتن... داتن... ییشا میرے ساتھ تھی اس تاریک گلی میں... اس نے کسی کو فون کیا تھا... فاتح نے مجھے بتایا کہ وہ پکڑی گئی ہے اور سب ٹھیک ہو گیا ہے..''

''کیا فاتح نے تمہیں یہ بتایا یا تم نے وہ سنا جو تم سننا چاہتی تھی؟'' داتن نے گہری سانس لی اور اس کے ساتھ بیڈ پہ بیٹھی۔ پھر اس کا نالیوں میں جکڑا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا۔

''تالیہ... جب ایڈم وہاں گیا تو تم اس گلی میں تنہا تھیں۔ وہاں ییشا نہیں تھی۔ وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔''

''نہیں۔'' وہ الجھتے ہوئے سیدھی ہوئی۔ کنپٹی پہ ہاتھ رکھا۔ اس کا سر پھر سے درد کرنے لگا تھا۔ ''وہ وہیں تھی۔ اس نے مسز شیلا کا نیکلیس چرایا تھا۔''

''وہ نیکلیس پولیس کو اس ڈمپسٹر سے مل گیا ہے جس کے ساتھ سے تم ملی تھیں۔''

''مگر... ییشا نے میرے فون سے کس کو کال کی تھی؟'' اس نے سائیڈ ٹیبل پہ دھرا اپنا فون اٹھایا اور اسکرین کھولی۔

وہاں تمام کالز کا ریکارڈ موجود تھا۔ جس وقت کی وہ بات کر رہی تھی' اس وقت کسی کو کال نہیں کی گئی تھی۔ البتہ ایڈم کی بہت سی مسڈ کالز آئی ہوئی تھیں۔

''تالیہ... ییشا وہاں نہیں تھی۔ ایڈم تمہارے لیے پریشان تھا کیونکہ تم فون نہیں اٹھا رہی تھیں۔ وہ تمہیں لینے آیا تو تم اس گلی میں بے ہوش ملیں۔ وہ تمہیں ہسپتال لے آیا۔ تمہیں سادہ سی فوڈ پوائزننگ ہوئی تھی۔''

''نہیں۔ یہ فوڈ پوائزننگ نہیں تھی۔ کچھ غلط ہے۔ میری حالت... ایسے... ایسے فوڈ پوائزننگ میں نہیں ہوتا۔'' وہ بے چینی سے اپنے ہاتھ سے لگی نالیاں الٹ پلٹ کے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے سائیڈ ٹیبل پہ دھری دواؤں کی ٹرے قریب کرنی چاہی تو داتن نے اسے روک دیا۔

''تالیہ... میری بات سنو... ییشا کا خیال دل سے نکال دو۔ وہ غائب ہو چکی ہے۔''

''لیکن اگر ییشا نہیں پکڑی گئی... اور اس نے اعتراف نہیں کیا تو فاتح کا عہدہ کیسے بچ گیا؟''

وہ الجھتے ہوئے کہتے ہوئے دوائیوں ٹٹول کے دیکھ رہی تھی۔

دوسری جانب خاموشی چھائی رہی تو تالیہ نے چونک کے گردن موڑی۔ داتن کی شکل دیکھ کے اس کا دل ڈوبا۔

''آج سوموار ہے۔ آج اپوزیشن نے ان کو امپیچ کرنا تھا۔ اگر ییشا نہیں ملی تو.. تو....'' اس کی نظریں دیوار پہ لگی ٹی وی

اسکرین کی جانب اٹھیں۔ وہ تاریک تھی۔

''میں فاتح کو نہیں بچا سکی۔'' اس کے لب بے یقینی سے پھڑپھڑائے۔ ''داتن ٹی وی آن کرو۔''

''مگر تالیہ تم ابھی ریسٹ کرو... میں...''

''پلیز ٹی وی آن کرو۔'' اس نے بے چینی سے داتن کا ہاتھ تھاما۔ آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ ''انہوں نے کئی برس اپنے اس خواب کے لیے محنت کی ہے۔ مگر یہ سارے لوگ ان کے خلاف جمع ہو کے ان کو ہرانے جا رہے ہیں۔ اور میں کچھ نہیں کر سکی۔''

داتن چپ چاپ اٹھی اور ٹی وی آن کیا۔ اسکرین روشن ہوئی تو سامنے ہی نیوز دکھائی دے گئیں۔

پارلیمان کا منظر دکھایا جا رہا تھا۔ پردھان منتری اپنے ڈیسک کے پیچھے کھڑا کچھ کہہ رہا تھا اور سب خاموشی سے سن رہے تھے۔ نیچے چلتی پٹیاں یہ بتا رہی تھیں کہ پردھان منتری کا پیش کیا گیا تعلیمی بل منظور ہو گیا تھا۔ اور اب وہ بل قانون بن چکا تھا۔

اس کی تقریر جانے کب سے جاری تھی۔ تالیہ بنا پلکیں جھپکائے اسے دیکھے گئی۔

وہ گرے سوٹ میں ملبوس تھا۔ اس نے بال دائیں جانب کر کے جیل سے جما رکھے تھے۔ وہ ہاتھ میں کاغذ کا ایک ٹکڑا پکڑے سنجیدگی سے کہہ رہا تھا اور اس کی آواز ایوان کی اونچی دیواروں سے ٹکرا ٹکرا کے پلٹ رہی تھی۔

''جہاں مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ میرے ممبران اسمبلی نے اس بل کو منظور کیا اور اسے قانون کا حصہ بنایا... وہاں مجھے اس بات کا افسوس بھی ہے کہ بہت سے ممبرز نے اس کے خلاف ووٹ دیا۔'' وہ مائیک میں کہہ رہا تھا۔ تالیہ سانس روکے سنے گئی۔

''کیا یہ ممبرز اپنے بچوں کا سامنا نہیں کرتے؟ کیا یہ اپنے بچوں کو جواب دہ نہیں ہیں؟ ہم انسان سب سے زیادہ محنت اپنے بچوں کے لیے کرتے ہیں۔ کیا ہم ان کی تعلیم کے لیے یہ آپس کے اختلافات بھلا نہیں سکتے تھے؟ کیا اپنے چھوٹوں کے لیے ہم ذرا بڑے نہیں بن سکتے تھے؟''

وہ بول رہا تھا اور سب خاموشی سے سن رہے تھے۔ کچھ لوگ لاپرواہی سے آپس میں سرگوشیاں بھی کر رہے تھے۔ صوفیہ رحمٰن کاغذات کا ایک پلندہ لیے ساتھ بیٹھے شخص کے ساتھ سر جوڑے کچھ کہہ رہی تھی۔

''یہ فاتح کی تقریر کے بعد امپیچ منٹ کی قرارداد پیش کرے گی۔'' وہ اسکرین کو دیکھتے ہوئے بڑبڑائی۔ ''یہ تیار ہو کے آئی ہے۔ اس کے پاس اتنے لوگ ہوں گے جو یہ قرارداد کامیاب کر سکیں۔''

''لیکن جن لوگوں نے فاتح کے بل کے حق میں ووٹ دیا ہے' وہی لوگ امپیچ منٹ کے حق میں ووٹ کریں گے کیا؟ایک ہی وقت میں ایسے لوگ فاتح کے حق اور فاتح کے خلاف کیوں ووٹ کریں گے؟''

''کیونکہ تعلیمی بل اوپن بیلٹ کے طور پہ پیش ہوا تھا۔اخلاقی مجبوری آڑے آ گئی۔''وہ اسکرین کو دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔''اور ان لوگوں کو دنیا دکھانے کو بل کے حق میں ووٹ دینا پڑا۔امپیچ منٹ کا ووٹ سیکریٹ بیلٹ سے ہوگا۔جس کی جہاں وفاداری ہوگی وہ وہیں ووٹ دے گا۔''

''مگر...''

''شش۔چپ کرو۔مجھے سننے دو۔''

اسکرین پہ نظر آتا فاتح کہہ رہا تھا۔

''اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ کچھ لوگوں نے تعلیمی بل کے حق میں ووٹ صرف اس لیے دیا ہے کیونکہ انہیں یقین ہے کہ وان فاتح کی وزارت عظمیٰ محفوظ ہے۔''وہ رکا۔اب کے ہر شخص چونک کے اسے دھیان سے سننے لگا۔فاتح نے گہری سانس اندر کھینچی۔

''چند دن پہلے میری ای میل لیکس والا معاملہ سامنے آیا تھا۔''

بہت سی سرگوشیاں بلند ہوئیں۔یہ پہلی دفعہ تھی جب وان فاتح بنا سوال کے اس بات کا ذکر کر رہا تھا۔

''میں نے اس وقت یہ کہا تھا کہ جو بھی ذمہ دار ہوا اس کو سزا دی جائے گی۔اس معاملے کی تحقیق کروائی جائے گی اور ہم نے ایسا ہی کیا۔ہم نے اس کی پوری تحقیق کروائی اور اس میں ثابت یہ ہوا کہ...''وہ رکا۔

یہ تقریر آسان نہیں تھی۔

''ثابت یہ ہوا کہ ان ای میل لیکس کا ذمہ دار صرف اور صرف وان فاتح تھا۔''

تالیہ نے نالیاں جڑا ہاتھ لبوں پہ رکھ لیا۔

''یہ میری غلطی تھی۔میری لاپرواہی تھی....میری غیر ذمہ دارانہ حرکت تھی کہ میں ایک پرائیوٹ سرور استعمال کرتا رہا جبکہ مجھے یہ ای میلز حکومتی سرور پہ کرنی چاہیے تھیں۔اسے میری لاپرواہی کہیں یا ٹیکنالوجی سے نابلد ہونا...لیکن اس سارے معاملے میں اگر کسی کا قصور ہے تو وہ میرا ہے۔''

ہال کو سانپ سونگھ چکا تھا۔صوفیہ رحمٰن نے ڈھیرے سے کاغذوں کا پلندہ میز پہ رکھ دیا۔سب گردنیں اس کی طرف موڑے اسے بولتے سن رہے تھے۔

''اور جناب اسپیکر... ہم انسانوں کی خامی یہ نہیں ہے کہ ہم غلط کام کر بیٹھتے ہیں بلکہ یہ ہے کہ ہم اپنی غلطیوں کی ذمہ داری قبول نہیں کرتے۔ غلطی کی ذمہ داری لینا ان لوگوں کا کام ہوتا ہے جو اپنے معاملات میں سچے ہوتے ہیں۔ ہم سب غلطیاں کرتے ہیں۔ میں چاہتا تو کسی بھی technicality کے پیچھے چھپ سکتا تھا۔ کوئی قانونی شق.. کوئی دھوکہ... کسی اور پہ الزام... کچھ بھی مجھے بچا سکتا تھا...''

فاتح کو بولتے دیکھتی اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔

''لیکن اگر میں ایسا کرتا تو یہ میں نہ ہوتا۔ یہ وان فاتح نہ ہوتا۔ وان فاتح ایسا نہیں ہے۔ وان فاتح کو یہ عہدہ عزیز ہے لیکن وہ اس لیے اس عہدے کے لیے لڑتا تھا تاکہ لوگوں کو یہ بتا سکے کہ سچ بولنا کتنا اہم ہے۔ اس نے اتنے عرصے ایمانداری سے کام اس لیے کیا تاکہ دوسروں کو انسپائر کر سکے۔ ہمیں کسی کون گیم' کسی ٹیکنکلٹی' کسی قانونی شق کے پیچھے چھپ کے خود کو بچانے کی ضرورت نہ پڑے اگر ہمیں سچ بولنا آتا ہو۔ صرف سچ ہمیں آزاد کر سکتا ہے اور صرف سچ ہمیں بچا سکتا ہے۔''

وہ نم آنکھوں سے مسکرا دی۔ ہسپتال کے اس کمرے میں اس وقت بالکل خاموشی چھائی تھی۔ فاتح کی آواز کے سوا وہاں کوئی آواز نہ تھی۔ تالیہ کے سانس لینے کی بھی نہیں۔

''میں اپنے آپ کو ایک بہت اچھا پردھان منتری تصور کرتا ہوں۔ میں نے کبھی اپنے ملک کو نقصان نہیں پہنچایا۔ میں نے ہمیشہ اپنے لوگوں کی بہتری کے لیے فیصلے کیے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ میرے لوگوں کو اس بات نے دکھ پہنچایا ہے کہ ان کے پردھان منتری کی معمولی غفلت ان کے لیے کا ہزیمت باعث بنی ہے۔ یہ میری غلطی ہے... اور میں اس غلطی کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں... اس لیے میرا اخلاقی فرض ہے کہ میں اس کرسی سے سبکدوش ہو جاؤں۔''

اس کو معلوم تھا وہ کیا کہنے جا رہا ہے۔ وہ اس کے الفاظ اس کے ذہن سے پڑھ سکتی تھی۔ اسے اسی دن کا ڈر تھا لیکن جب یہ دن آیا تو وہ غمزدہ نہیں تھی۔ کم از کم اتنی نہیں جتنا اسے خوف تھا۔

''میں... وان فاتح بن رامزل.. ملائیشیاء کے پردھان منتری کی حیثیت سے اخلاقی وجوہات پہ استعفیٰ دیتا ہوں۔''

یہ کہتے ہوئے اس نے ایک پرنٹ شدہ کاغذ اٹھایا اور اپنی کرسی کے پیچھے سے نکلا۔

ممبران پارلیمان ایک دوسرے کو مڑ مڑ کے دیکھ رہے تھے۔ کسی نے زبان دانتوں تلے دے ڈالی۔ کسی نے ماتھے پہ ہاتھ رکھ کے سر جھکا دیا۔ وہ اب ڈیسک کے عقب سے نکل کے روش پہ چلتا اسپیکر کے ڈیسک کی طرف جا رہا تھا۔

اوپر گیلری میں بیٹھے افراد اپنی اپنی جگہوں سے اٹھ کے اسے دیکھ رہے تھے۔

اپنی نشست سے اسپیکر کی کرسی تک کی واک بہت طویل تھی۔ اس واک کو عبور کرنے کی ہمت کرنا آسان نہ تھا۔

وان فاتح متوازن قدم اٹھاتا اسپیکر کے چبوترے تک آیا۔ اس کے چہرے پہ ایک مغموم مسکراہٹ تھی۔

اس نے کاغذ اسپیکر کو دیا تو اسپیکر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

فاتح واپس پلٹ گیا۔

گیلری میں موجود افراد تالیاں بجانے لگے۔ کسی ایک نے پہلی تالی پیٹی اور وہ تالیاں جنگل کی آگ کی طرح پوری گیلری میں پھیل گئیں۔ فاتح اسی مغموم مسکراہٹ کے ساتھ اپنے ڈیسک تک واپس آ رہا تھا۔ اس نے ہاتھ اوپر اٹھا کے تالیاں بجاتے لوگوں کو ہلکا سا لہرایا اور اس روش کی طرف بڑھ گیا جو خارجی دروازے کی سمت جاتی تھی۔

ممبران پارلیمان بے اختیار ڈیسک بجانے لگے۔ لیکن ان کے ڈیسک کا شور کم تھا۔ گیلری میں بیٹھے عوام کی تالیاں ان پہ حاوی ہو گئیں۔

وہ اپنے اوپر لگے سارے داغ ایک اخلاقی جراءت سے دھو چکا تھا۔

لوگ کھڑے ہوئے اسی طرح تالیاں بجاتے رہے۔ کسی آنکھ میں آنسو تھے۔ کسی لب پہ مغموم مسکراہٹ تھی۔ کوئی پریشان تھا۔ کوئی اندر سے خوش تھا۔ لیکن ان سب تاثرات اور جذبات پہ تالیوں کی گونج حاوی ہو گئی۔

یہاں تک کہ وان فاتح پارلیمان کے دروازے سے باہر نکل گیا۔

صوفیہ رحمن نے آہستہ سے کاغذ تہہ کر کے ایک فائل میں رکھ دیا۔ وہ مسکرا کے اپنی ہیروں جڑی انگوٹھی پہ ہاتھ پھیرنے لگی۔ اس کے گروہ کے ایک دوسرے کی طرف جھکے سر واپس سیدھے ہو گئے۔

اسکرین کو دیکھتی تالیہ نم آنکھوں سے مسکرائی۔

"یہ لوگ وان فاتح کو کیا نکالیں گے۔ وہ خود انہیں اپنی زندگی سے نکال کے جا رہے ہیں۔"

آنسو اس کے گال پہ پھسل رہے تھے۔ وہ اتنی غم زدہ نہیں تھی جتنا اس کو خوف تھا۔

....

سری پردھانہ کی دیواریں اس سہ پہر مغموم سی خاموشی میں ڈوبی تھیں۔ پردھان منتری کے آفس کے باہر موجود اسٹاف رز ڈھیلے ڈھالے انداز میں اپنے کام نمٹا رہے تھے۔ بار بار نگاہیں اس پاور آفس کے دروازوں کی طرف بلند ہوتی تھیں جہاں وان فاتح کچھ دیر پہلے اندر گیا تھا۔

وہ سب جانتے تھے کہ وہ اسے اپنے آفس میں آخری دفعہ دیکھ رہے تھے۔ عجیب غیر یقینی صورتحال بن چکی تھی۔

آفس کے اندر فاتح اپنی میز کے پیچھے کھڑا تھا۔ میز پہ ایک باکس کھلا رکھا تھا جس میں وہ اپنی چیزیں ڈال رہا تھا۔ آریانہ کی

تصویر کا فریم ۔جولیانہ اور سکندر کے فریم ۔اپنی فلیگ پن ۔ایک ننھا سا پودا ۔اپنا چائے کا مگ ۔

سامنے کھڑا شاہدان اداسی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''داتو سری.....ہم آپ کو بہت مس کریں گے۔''

فاتح نے سر اٹھا کے اسے دیکھا ۔مسکرایا ۔پھر سر نیچے کر کے اپنا کام کرنے لگا۔

''ٹوئیٹر پہ لوگ ابھی سے ٹرینڈز ٹوئیٹ کر رہے ہیں کہ وان فاتح اپنا استعفیٰ واپس لے لیں ۔اور آپ نے...'' شاہدان نے ایک نظر میز پہ رکھے دوسرے استعفیٰ کو دیکھا۔''آپ نے پارٹی کی رکنیت تک سے استعفیٰ دے دیا ہے۔''

''میرے سیاست کرنے کے دن ختم ہو چکے ہیں 'شاہدان ۔''وہ اپنا لیپ ٹاپ اندر رکھتے ہوئے بولا ۔''میں نے اس کرسی پہ کئی سال حکومت کی اور یہ جان لیا کہ یہ مجھے خوشی نہیں دے سکتی ۔''

''لیکن آپ اس کرسی پہ رہ کے بہت کچھ کر سکتے تھے۔''

''اپنے ملک کے لیے کوئی کام کرنے کے لیے اس کرسی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مجھے یہ بات سمجھنے میں ایک عمر بیت گئی ہے۔میں اس کے بغیر بھی بہت کچھ کر سکتا ہوں۔''

وہ مڑا اور پیچھے بنے کیبنٹ تک گیا۔پھر سیاہ کور والی فائلز کا پلندہ اٹھایا۔شاہدان تیزی سے آگے بڑھا اور جلدی سے باقی فائلز اٹھوائیں۔پھر دونوں نے ان کو باکس میں ڈالا۔

''آپ اب پردھان منتری نہیں رہے۔ان فائلز کا کیا کریں گے؟''

''میں اب بھی ایک وکیل ہوں۔اور مجھے کوئی چیز اتنی خوشی نہیں دے سکتی جتنی ان بے گناہ قیدیوں کی رہائی دے گی۔یہ کرسی بھی نہیں۔''

''آپ ان کیسز پہ کام کریں گے؟'' شاہدان نے خوشگوار حیرت سے دیکھا۔ فاتح نے ڈبہ بند کرتے ہوئے مسکرا کے اثبات میں سر ہلایا۔

''استعفیٰ دینے سے پہلے میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ میں ایک این جی او بناؤں گا جس کے ذریعے میں ان بے گناہ لوگوں کو انصاف دلواؤں گا۔میرے پاس پیسہ بھی ہے اور تعلقات بھی۔ مجھے امید ہے کہ میں اس معاملے میں بہت کچھ کر سکتا ہوں۔لیکن اس کے لیے مجھے نیک نیت لوگ چاہیے ہیں جو میرے ساتھ چلیں۔''

وہ ڈھکن بند کر کے رکا اور کچھ سوچتے ہوئے شاہدان کو دیکھا۔

''تم نے یہ فائلز اکٹھی کی تھیں۔تم سے زیادہ ان لوگوں کا غم کسی کو نہیں ہے۔تم چاہو تو میرے ساتھ آ سکتے ہو۔میرے اس

کام کا حصہ بن سکتے ہو۔"

شاہدان چند لمحے کچھ بول نہ سکا۔ پھر ہچکچایا۔"کیا میں سوچنے کا وقت لے سکتا ہوں؟"

فاتح نے اثبات میں سر ہلایا اور ڈبہ اٹھائے آگے بڑھ گیا۔

جس وقت وہ باہر کھڑی اپنی کار میں بیٹھ رہا تھا' شاہدان تیزی سے بھاگتا اس کے پاس آیا۔ فاتح دروازہ بند کر چکا تھا۔ اسے آتے دیکھ کے کھڑکی کا شیشہ نیچے گرایا۔ پھر مسکرا کے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"تم نے شاید فیصلہ کرلیا ہے؟"

شاہدان نے آہستہ سے اثبات میں سر ہلایا۔

"داتو سری... میں... بہت خوش ہوں کہ آپ ان کیسز پہ کام کرر ہے ہیں۔ اور میں آپ کو بیسٹ آف لک کہوں گا۔ لیکن..."

شاہدان نے گردن موڑ کے اپنے پیچھے کھڑی سری پردھانہ کی پرشکوہ عمارت کو بے چارگی سے دیکھا۔

"لیکن حکومتی عہدہ چھوڑنا آسان نہیں ہوتا۔" فاتح نے گہری سانس لی۔"میں سمجھ سکتا ہوں' شاہدان۔ تمہاری جگہ کوئی بھی ہوتا تو یہی فیصلہ کرتا۔"

"سوری.. داتو سری۔" شاہدان نے بے چارگی سے شانے اچکائے۔"لیکن یہ جاب... اور اگلے وزیر اعظم کے ساتھ کام کرنے کا موقع... اسے چھوڑنا ناممکن ہے۔"

فاتح نے مسکرا کے سر کو جنبش دی اور شیشہ اوپر کرلیا۔ اس کی کار آگے بڑھ گئی۔

سری پردھانہ کے تمام ملازمین اپنی اپنی کھڑکیوں سے پردھان منتری کو رخصت ہوتے دیکھ رہے تھے۔

گیٹ پہ موجود اہلکار سیلوٹ کرر ہے تھے۔ کوئی سینے پہ ہاتھ رکھے تعظیم پیش کر رہا تھا۔

وہ قومی میک اور ماڈل کی بنی کار میں بالآخر چھ برس بعد اس محل سے رخصت ہو چکا تھا۔

....

ہسپتال کا کمرہ مختلف رنگوں کا امتزاج لیے باہر سے آتی روشنی سے منور تھا۔ ٹی سی اسکرین پہ ایک ہی خبر بار بار دکھائی جا رہی تھی۔ اب تو نیوز کاسٹر کی آواز سے اکتا کے تالیہ نے اسکرین میوٹ کر رکھی تھی۔ خود وہ بیڈ پہ اٹھ کے بیٹھی تھی۔ بیڈ کے ساتھ جڑی ٹرے سامنے سیٹ کر رکھی تھی جس پہ کھانے کے برتن سجے تھے۔

وہ ابھی تک ہسپتال کے گاؤن میں ملبوس تھی۔ کھلے بال کانوں کے پیچھے اڑس رکھے تھے اور چہرہ کمزور ویران سا لگتا تھا۔ وہ بے توجہی سے سوپ کے چمچ بھر کے پی رہی تھی۔

دیوار کے ساتھ ایڈم کھڑا تھا۔ سینے پہ بازو لپیٹے' دیوار سے ٹیک لگائے' وہ گردن موڑے اسکرین کو دیکھ رہا تھا۔

''استعفیٰ دینے کے علاوہ بھی اس مسئلے کا حل نکالا جا سکتا تھا۔'' وہ افسوس سے بولا تو تالیہ نے نظریں اٹھا کے اسے دیکھا۔

''وہ وان فاتح ہیں۔ ان کا ضمیر ایسے مطمئن نہ ہوتا۔''

''مگر انہوں نے کوئی جرم نہیں کیا تھا۔ وہ محض ایک غلطی تھی۔ اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو ایسا نہ کرتا۔ اس سے زیادہ اچھا حل نکالتا۔''

''چلو کم از کم اب سارے ملک کے اینکرز ہر وقت یہ تو نہیں کہیں گے کہ اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو یہ کرتا۔'' وہ تلخی سے مسکرائی۔ ''انہوں نے خود کو ہر چیز سے آزاد کر لیا ہے۔''

ایڈم نے چہرہ موڑ کے تالیہ کو غور سے دیکھا۔ ''آپ کو افسوس نہیں ہے کہ انہوں نے خود کو اپنے خواب سے دور کر لیا؟''

''وان فاتح کبھی بھی lounge lizard بن کے نہیں رہ سکتے۔ وہ ایک خواب سے دستبردار ہو کے دوسرے کے لیے جدوجہد شروع کر دیں گے۔ میں ان کو جانتی ہوں۔'' پھر اس نے پیالہ پرے دھکیلا اور سوچتی نظروں سے ایڈم کو دیکھا۔

''جب تم میرے پاس اس تاریک گلی میں آئے تھے...تو کیا ایشا وہاں نہیں تھی؟''

''ایشا سے obsess ہونا چھوڑ دیجیے۔ وہ نہ اس گلی میں تھی نہ ہی شاید اس ملک میں ہو گی۔ وہ سب آپ کی hallucination تھی۔ جب میں وہاں آیا تو آپ تنہا تھیں اور خود سے بول رہی تھیں۔ اور آپ بار بار گلی کے سرے ہو دیکھتی تھیں جیسے وہاں آپ کو کوئی اور نظر آ رہا تھا۔''

تالیہ نے الجھ کے کنپٹی کو چھوا۔ ''مگر میں کیسے بچ گئی؟ مجھے تو ذوالکفلی نے زہر دیا تھا۔''

''آپ کو کسی نے زہر نہیں دیا تھا۔ کچرے کے کین سے کسی گلی سڑی چیز کے فیوم اٹھ رہے تھے شاید۔ اسی سے آپ کی طبیعت خراب ہوئی۔ یا شاید کوئی غلط چیز کھانے سے فوڈ پوائزننگ۔''

''تو وہ ذوالکفلی کا جادو نہیں تھا؟'' اس نے تکیے سے سر ٹکایا اور آنکھیں موند لیں۔

''نہیں بے تالیہ۔ وہ کوئی جادو نہیں تھا۔ اور وہ خط...وہ بے شک ذوالکفلی نے لکھا تھا لیکن اس سے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔''

''کیا ایشا پکڑی گئی؟ کہیں اور سے؟'' وہ بند آنکھوں سے بولی۔

''نہیں۔ ہمارے پاس اس کے خلاف کوئی ثبوت ہے بھی نہیں۔ اس کی تلاش کروانا وان فاتح کو بے عزت کرنے والی بات ہے۔ اور اب ویسے بھی وہ پردھان منتری نہیں رہے تو یہ کیس ٹھپ ہو جائے گا۔''

''اور ہیشا کبھی پکڑی نہیں جائے گی۔'' وہ آنکھیں موندے بڑبڑائی۔ ''اور خدا کرے وہ میرے خوابوں اور تخیل میں آنا بھی چھوڑ دے۔''

''ہیشا کو بھول جائیں۔ کچھ مجرم کبھی نہیں پکڑے جا سکتے۔ جب اس کا وقت آئے گا وہ حساب دے گی۔ کیا آپ کو ابھی تک سمجھ نہیں آیا کہ وقت کے انتقام بہترین ہوتے ہیں؟''

تالیہ خاموش رہی۔ ایسے لگا جیسے وہ سو گئی تھی۔

''چلیں۔ اب آپ آرام کریں۔ میں چلتا ہوں۔'' ایڈم نے سینے پہ بندھے بازو کھولے اور ایک افسوس بھری نظر اسکرین پہ ڈالی اور سر نفی میں ہلایا۔ ''میں ان کی جگہ ہوتا تو ایسا نہ کرتا۔''

پھر دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز آئی۔

تالیہ نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ اس کی بصارت کے پردے پہ ایک منظر ابھر رہا تھا۔

دوائیوں کا اثر جیسے جیسے کم ہوتا جا رہا تھا ویسے وہ منظر صاف ہو رہا تھا۔ دھند چھٹ رہی تھی۔

وہ کوڑے کے ڈمپسٹر کے ساتھ دو زانو بیٹھی تھی۔ اس کا جسم مفلوج ہو رہا تھا۔ آنکھیں دور گلی کے سرے پہ جمی تھیں جہاں ایک سفید ہرن کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔

ہیشا اس کے سامنے پنجوں کے بل بیٹھی تھی۔ پھر اس نے تالیہ کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ ہلایا۔ تالیہ کی پلکوں میں جنبش نہ ہوئی۔ ہیشا نے دھیرے سے اس کی جیکٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور اس کا فون نکالا۔ اسکرین روشن تھی۔ شاید فون کب سے بج رہا تھا۔ اس نے اسے ان لاک کر کے کان سے لگایا۔ تاریکی اور سناٹے میں وہ فون سے آتی آواز مدھم سی سن سکتی تھی۔

''چے تالیہ.. وہ خط.. وہ زہریلا ہے۔ اسے آپ کے بابا نے نہیں لکھا۔'' ہانپتی کانپتی آواز ایڈم کی تھی۔

''مجھے پتہ ہے ایڈم ڈیئر۔'' ہیشا سرد لہجے میں کہتے ہوئے اٹھی۔ ''لیکن آپ کو دیر ہو چکی ہے۔ تالیہ پہ زہر اثر کر چکا ہے۔'' وہ بات کرتے ہوئے اٹھی اور چند قدم کے فاصلے پہ جا کھڑی ہوئی۔ اس کی تالیہ کی طرف پشت تھی۔ فون سے آتی آواز رک گئی۔ وہ صرف ہیشا کی آواز سن سکتی تھی۔

''میں تالیہ کے ساتھ ہوں۔ مسز شیلا کامل کے گھر کی پچھلی گلی میں ایک ڈمپسٹر کے ساتھ... ہوں؟ اچھا۔'' وہ رک کے سنتی رہی۔ تالیہ کی نظریں ہرن پہ جمی تھیں۔ وہ اب پلٹ رہا تھا۔

''اذوالکفلی کے زہر کا تریاق کسی کے پاس نہیں ہے۔ سوائے ذوالکفلی کے۔ ظاہر ہے میں اسے لا سکتی ہوں۔ میں چوری کرنا جانتی ہوں۔'' وہ سرد سا ہنسی۔ ''خیر.. اگر آپ کو تریاق چاہیے تو وان فاتح سے کہیں کہ میرا کیس بند کر دیں۔ میری فائل

کلوز کر دی جائے...کوئی مجھے تلاش نہیں کرے گا...مجھے آزادی سے رہنے دیں..نہ آپ میرے راستے میں آئیں گے نہ میں آپ کے...آپ تالیہ کو ہسپتال لے کر جائیں...آپ کو آپ کا تریاق میں پہنچا دوں گی...میں نے کہا نا...میں پہنچا دوں گی...لیکن میری اور آپ کی ڈیل خفیہ رہے گی..."

ہرن اب پلٹ چکا تھا۔سیاہی میں اس کی سفیدی غائب ہو چکی تھی۔تالیہ کی آنکھیں بند ہو چکی تھیں۔پلکوں کی ذرا سی جھری سے وہ دیکھ سکتی تھی کہ ہیشا جھک کے اس کی جیب میں فون ڈال رہی تھی۔پلکیں بند ہونے سے پہلے اس نے دیکھا...وہ اب گلی کی دوسری سمت میں جا رہی تھی...وہاں ابھی سفید ہرن غائب ہوا تھا...اسے پیچھے گلی میں ایک ساتھ بہت سے لوگوں کی آواز آئی...دروازے کھلے...کوئی اسے پکار رہا تھا...پولیس کے جوتوں کی آواز...ایمبولنس کے سائرن...ایڈم کی آواز...لیکن اس کی آنکھیں بند ہو چکی تھیں..

تالیہ نے آنکھیں کھولیں۔وہ اب کمرے میں اکیلی تھی۔

بالآخر خواب اور حقیقت میں فرق کرنا اسے آ گیا تھا۔

....

تالیہ مراد کا اپارٹمنٹ آج دو دن بعد آباد ہوا تھا۔لونگ روم کی بتیاں روشن تھیں۔وسط میز پہ ٹوکری میں اس کا پاسپورٹ اور ٹکٹ کی کاپی رکھی تھی۔ساتھ چائے کا بھرا ہوا مگ پڑا تھا۔وہ سیاہ اور سفید لمبے فراک میں ملبوس تھی۔بالوں کی چھوٹی سی فرنچ چوٹی بنا رکھی تھی۔چہرہ پہلے کی نسبت بہتر لگتا تھا۔

وہ صوفے پہ بیٹھی اداس مسکراہٹ سے اس پاسپورٹ اور ٹکٹ کو دیکھ رہی تھی۔فلائیٹ کل رات کی تھی۔اس نے ایڈم اور داتن کو پرسوں کا وقت بتایا تھا۔وہ ان کو درست وقت نہیں بتانا چاہتی تھی۔وہ نہیں چاہتی تھی کہ کوئی اس کے پیچھے آئے۔وہ لوگ اگر اس کے پیٹھ پیچھے ہیشا سے ڈیل کر سکتے تھے تو وہ بھی اپنے فیصلے تنہا کر سکتی تھی۔

دروازے پہ گھنٹی ہوئی تو وہ چونکی۔کلائی پہ بندھی گھڑی دیکھی۔اس وقت کون؟

وہ اٹھ کے دروازے تک آئی۔پھر میجک آئی سے باہر جھانکا۔پھر گہری سانس لے کر پیچھے ہوئی اور دروازہ کھولا۔

سامنے فاتح کھڑا تھا۔

سفید شرٹ اور بلیک پینٹ میں ملبوس..جیبوں میں ہاتھ ڈالے..وہ مسکرا کے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کیسی ہو؟"

"آپ کیسے ہیں، داتو سری؟" پھر رکی۔"اب تو آپ کو داتو سری نہیں کہنا پڑے گا نا؟"

''جب میں نے آخری دفعہ چیک کیا تھا تو میں اس ملک کا وزیر اعظم نہیں تھا۔'' وہ خود ہی آگے بڑھ آیا۔ اسے پیچھے ہونا پڑا۔

اندر آ کے وہ طائرانہ نگاہوں سے گردن گھما کے اطراف کا جائزہ لینے لگا۔

''اور جب میں نے آخری دفعہ چیک کیا تھا تو تم بہت امیر تھیں۔ پھر اتنا چھوٹا اور عام سا فلیٹ؟''

لونگ روم کے وسط میں کھڑے ہوئے فاتح نے حیرت سے اسے دیکھا۔ سیاہ سفید فراک والی لڑکی مسکرا کے کندھے اچکاتے ہوئے سامنے آئی۔

''حالم کو اونچے گھروں کا اب شوق نہیں رہا۔ ویسے بھی یہ ایک عارضی ٹھکانہ تھا۔'' پھر کچن کاؤنٹر کی سمت چلی گئی۔ ''چائے پئیں گے؟''

''میں نے زندگی میں ایک بات سیکھی ہے کہ جو لوگ چائے کو انکار کرتے ہیں' ان سے دوستی نہیں رکھنی چاہیے۔''

وہ مسکرا کے کہتا ہوا آگے آیا اور بڑے صوفے پہ بیٹھا۔ ٹانگ پہ ٹانگ جمائی اور پوری توجہ سے اسے دیکھنے لگا جو کچن میں کام کر رہی تھی۔

''ییشا کا کچھ پتہ نہیں چلا؟'' فاتح کی طرف پشت کیے وہ کیتلی میں چائے کا پانی رکھتے ہوئے بولی۔

''میں پردھان منتری نہیں ہوں اس لیے مجھے کچھ علم نہیں۔'' وہ بظاہر لاعلمی سے بولا۔ تالیہ مسکرا کے رہ گئی۔ کچھ باتوں کا ان کہا رہ جانا ہی اچھا ہوتا ہے۔

''کیا تم ابھی تک مجھ سے ناراض ہو؟''

''نہیں فاتح۔ میں آپ سے شاید پہلے بھی ناراض نہیں تھی۔ وہ صرف وقتی غصہ تھا۔ اب تو یاد بھی نہیں کہ کس بات پہ تھا۔'' وہ سر جھٹک کے اب مگ نکال رہی تھی۔ ابلتے پتوں کی مہک سارے میں پھیل گئی تھی۔

''تو پھر جا کیوں رہی ہو؟''

اس کا انداز ایسا تھا کہ تالیہ کے کام کرتے ہاتھ رک گئے۔ حلق میں ایک گولا سا اٹکنے لگا۔ پھر اس نے تھوک نگلا۔ آنسو بھی نگل لیے۔ اور کیتلی اٹھا کے اسے مگ میں انڈیلنے لگی۔

''کیونکہ مجھے اس ملک میں نہیں رہنا اب۔'' سنہری دھار اب مگ میں گر رہی تھی۔ اس سے بھاپ اڑاتی خوشبو اوپر اٹھ رہی تھی۔ کنکھیوں سے اس نے دیکھا وہ ٹوکری میں رکھے اس کے کاغذ دیکھ رہا تھا۔

''یا شاید تم چناؤ نہیں کر پا رہیں؟''

''میں نے چناؤ کرلیا ہے۔'' وہ مگ ٹرے میں لیے سامنے آئی اور انہیں میز پہ رکھا۔ پھر فاتح کے مقابل صوفے پہ بیٹھی۔ وہ نارمل لگ رہی تھی۔ نہ پریشان۔ نہ اداس۔

دونوں کے درمیان اب ایک میز حائل تھی۔ اور دو چائے کے مگ۔

''میں جانتی ہوں کہ آپ مجھے روکنے آئے ہیں۔ یہ بھی جانتی ہوں کہ آپ نے اپنی کرسی بچانے کے بجائے مجھے بچانے کا انتخاب کیا۔ لیکن میں نے وہ کاغذ آپ کو اس لیے دیے تھے تاکہ آپ انہیں سائن کر کے ہمارے درمیان سے مجبوری کا رشتہ ہمیشہ کے لیے ختم کردیں۔ آپ اور میں کبھی بھی ساتھ نہیں چل سکتے۔ ہم دو بہت مختلف لوگ ہیں۔ میں آپ کی طرح سفید نہیں ہوں۔ میں سیاہ بھی نہیں ہوں۔ میں اس کے درمیان کچھ ہوں۔ مجھے اپنے آپ کو ڈھونڈنا ہے۔ آپ بھلے اس کاغذ پہ سائن کریں یا نہ کریں' آپ مجھے جانے سے نہ روکیں۔ آپ تالیہ کو تالیہ کی تلاش کے سفر میں جانے دیں۔''

''کیا تم نے ابھی تک خود کو تلاش نہیں کیا؟'' وہ اسے دیکھتے ہوئے نرمی سے بولا۔ چائے کے مگ ہنوز اَن چھوئے رکھے تھے۔

تالیہ کا ذہن بھٹکا۔ اسے سبز آنکھوں والا سفید ہرن یاد آیا۔

''نہیں۔ میں ابھی تک خود کو جان نہیں پائی ہوں۔ میں ایک پیچیدہ انسان ہوں فاتح۔ بہت پیچیدہ۔ مجھے ایک لمبے عرصے کے لیے اس سب سے دور جا کے خود کو سمجھنا ہے۔''

''اور تم کہاں جاؤ گی؟''

''مختلف ملکوں میں.. مختلف تہذیبوں کے درمیان... ماضی کی یادوں.. اور حال کے لوگوں کے درمیان مجھے وقت گزارنا ہے۔ مجھے یہ دنیا بہت مشکل سے واپس ملی ہے۔ ہماری یہ دنیا جادوئی دنیا ہے فاتح۔ میں اس دنیا کو ایکسپلور کرنا چاہتی ہوں۔ میں ایک بیگ کے ساتھ' کچھ بھی جمع کرنے کی تمنا کیے بغیر... پہاڑوں پہ چڑھنا چاہتی ہوں۔ سمندروں کا سفر کرنا چاہتی ہوں۔'' وہ کہہ رہی تھی اور اس کی آنکھوں میں ایک الوہی سی چمک تھی۔

''اور کیا ہے جو تم نہیں کرنا چاہتی؟''

''یہ کون گیمز... یہ ناٹک.. یہ حالم والے کام... میں ان سب سے دور جانا چاہتی ہوں۔ میں اسپین کے کسی کیفے میں سوپ بنانا چاہتی ہوں۔ میں پراگ کے کسی قلعے کے سامنے پینٹنگ بنانا چاہتی ہوں۔ میں آپ کے کسی سفر میں آپ کے ساتھ نہیں چل سکتی کیونکہ مجھے ابھی چند سال اپنی تلاش کے سفر پہ نکلنا ہے۔''

''تالیہ...'' وہ دھیمی آواز میں گویا ہوا۔ ''ایسا نہیں تھا کہ مجھے تمہاری بات کا یقین نہیں تھا۔ یعنی وہ جو تم نے ییشا کے متعلق

کہا۔تم کھل کے کہتیں تو میں مان جاتا۔مگر اس وقت ماحول کچھ ایسا ہو گیا تھا کہ ہمارے درمیان تلخی در آئی۔ورنہ تمہارے جاتے ہی..."

"میرے جاتے ہی آپ نے اپنی سیکیورٹی ٹیم کو ہیثا کو چیک کرنے کا کہا ہو گا۔ مجھے بعد میں اندازہ ہو گیا تھا۔" وہ اداسی سے مسکرائی۔"میں نے کہا نا...اب تو مجھے یاد بھی نہیں کہ ہم کیوں لڑے تھے۔"

"اگر میں کہوں کہ مجھے تمہاری اور تمہیں میری ضرورت ہے۔اور یہ کہ تم میرے پاس رہو تو کیا تم رک جاؤ گی؟"

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کے کہہ رہا تھا۔اس کا دل کمزور پڑنے لگا۔لیکن نہیں۔آج اسے مضبوط رہنا تھا۔

"آپ یہ نہ کہیں۔میں رکنا نہیں چاہتی۔"

فاتح نے شکست خوردہ انداز میں گہری سانس لی۔

"کیا تم کبھی واپس آؤ گی؟"

"میں نہیں جانتی' فاتح۔لیکن میں آپ کو پوسٹ کارڈز بھیجا کروں گی۔" اس کی آنکھیں ڈبڈبائیں۔

"اور تم اس پوسٹ کارڈ پہ واپسی کا پتہ تحریر نہیں کیا کرو گی۔ میں سمجھ گیا۔" اس نے جھک کے مگ اٹھایا اور واپس پیچھے ہوتے ہوئے گھونٹ بھرا۔چائے قدرے ٹھنڈی ہو چکی تھی۔

"آپ وہ کاغذ سائن کریں یا نہ کریں...اب مجھے اس سے فرق نہیں پڑتا۔کیونکہ تالیہ کی زندگی میں اب کسی اور کی گنجائش نہیں ہے۔" اس نے نم آنکھوں سے شانے اچکائے اور اپنا کپ اٹھایا۔اس کی چائے گرم تھی۔یا شاید ہاتھ ٹھنڈے تھے۔

"تمہیں مجھ سے ہمیشہ یہ گلہ ہوتا تھا کہ میں تمہیں بچانے نہیں آتا۔"

وہ جواب میں کچھ کہنے لگی لیکن فاتح نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا۔

"اور مجھے خود سے یہ گلہ ہے کہ فاتح نے پچھلے چھ سال سے... بلکہ چھ صدیوں سے...تالیہ مراد کو بچانے کے سوا کچھ نہیں کیا۔"

تالیہ نے پلکیں جھکا دیں۔"آئی ایم سوری۔ مجھے ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا۔لیکن پھر بھی میں آپ کا چناؤ نہیں کر سکی۔ہم دو بہت مختلف لوگ ہیں۔ہم کبھی بھی ساتھ خوش نہیں رہ سکیں گے۔"

"کیا تم کوشش بھی نہیں کرنا چاہو گی؟"

تالیہ نے چہرہ اٹھا کے اسے دیکھا۔اس کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔

"کیا تم ابھی تک نہیں سمجھ سکیں کہ تم میری زندگی کی سب سے اہم انسان ہو' تالیہ؟"

وہ کہہ رہا تھا اور اس کے اندر کچھ موم کی طرح پگھلنے لگا تھا۔

(نہیں ۔اسے پگھلنا نہیں تھا۔ورنہ وہ کبھی خود کو اس ملک سے آزاد نہیں کر سکے گی۔اسے یہاں سے دور جانا تھا۔ بہت دور۔)

''تم سوچتی ہو کہ میری زندگی میں تمہاری جگہ ہے یا نہیں ۔کیا تمہیں ابھی تک علم نہیں ہو سکا کہ میری زندگی ایک لمبے عرصے سے صرف تمہارے گرد گھوم رہی ہے۔ جب سے تم میری زندگی میں آئی ہو' ہر چیز تمہارے متعلق ہوتی تھی۔ ہر قدم' ہر کام۔چاہے فاتح کو یاد تھا یا وہ بھول گیا تھا' فاتح رامزل کی زندگی تالیہ مراد کے گرد گھومنے لگی تھی۔کیا تالیہ مراد کو بھول گیا ہے کہ فاتح اس کے پیچھے اس دوسری دنیا تک گیا تھا؟''

''مگر پھر ہمارے درمیان چھے سال آ گئے۔''وہ زخمی سا مسکرائی۔

''اور تالیہ کو بھول گیا کہ فاتح نے چھے سال پہلے استعفیٰ دے دیا تھا۔لیکن پھر میں نے وہ استعفیٰ لیا تھا۔میں نے خود کو سنبھالا اور دوبارہ الیکشن لڑے تھے۔میں اپنے خوابوں کی طرف اس لیے چل پڑا کیونکہ تم یہ چاہتی تھیں ۔کیونکہ میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ میں کسی ٹراما کا شکار ہو کے اس سب کو نہیں کھوؤں گا جس کے لیے میں نے برسوں محنت کی ہے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم کہاں ہو۔مگر ان چھے سالوں میں میں نے تمہارا بہت انتظار کیا تھا۔ مجھے یقین تھا کسی ایک دن دروازہ کھلے گا اور سامنے تم ہو گی۔یا فون بجے گا اور میں اسے اٹھاؤں گا اور آگے سے تم بولو گی۔ میں نے کبھی یہ تصور نہیں کیا کہ تالیہ واپس نہیں آئے گی۔ان چھے سالوں میں مجھے تمہاری ایک ایک بات یاد آتی رہی۔تالیہ مراد کی یاد تالیہ سے بڑی ہوتی گئی۔تمہاری کہی باتیں ازبر ہو گئیں مجھے۔تمہیں پڑھنے کا فن آ گیا مجھے۔''

''اب میں جا رہی ہوں۔اب ان باتوں کا فائدہ؟''

''ہاں۔تم جا رہی ہو۔اب کیا فائدہ۔''اس نے گہری سانس لی۔اس کے چہرے پہ ملال تھا۔صرف ملال۔

''میں یہ نہیں کہوں گا کہ تالیہ مجھے تم سے ایسی محبت ہے جو کسی نے کسی سے نہیں کی ہو گی۔لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ ہم نے دو دنیاؤں کا سفر ایک ساتھ کیا ہے۔اگر تمہیں لگتا ہے کہ ہم دونوں مختلف انسان ہیں' یا ہماری زندگیوں میں ایک دوسرے کے لیے جگہ نہیں ہے تو تم نہ مجھے جانتی ہو نہ خود کو۔''

تالیہ کی آنکھ سے ایک آنسو گرا اور گال پہ لڑھکا۔لیکن اس نے تہیہ کر رکھا تھا کہ وہ نہیں پگھلے گی۔ فاتح جو بھی کہے' وہ خود کو مضبوط رکھے گی۔

''میں نے خود کو چنا ہے۔میں اپنے لیے سفر کرنا چاہتی ہوں۔ میں شاید کئی سال تک واپس نہ آؤں۔آپ مان لیں کہ آپ

میرا انتظار نہیں کر سکیں گے..."

وہ مسکرایا پھر کھڑا ہو گیا۔ "تمہارے خیال میں پچھلے سال میں نے اور کیا کیا ہے؟"

وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ فاتح کو امید تھی کہ وہ اسے روک لے گی۔ وہ کہے گی کہ اتنا سب کچھ ہونے کے بعد اب تالیہ فاتح کو چھوڑ کے نہیں جا سکتی۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا دروازے تک آیا۔ ڈور ناب پہ ہاتھ رکھا۔ لیکن تالیہ نے اسے نہیں پکارا۔ وہ اپنی جگہ بیٹھی لب دانتوں سے کاٹتی رہی۔

وہ اپنا چناؤ کر چکی تھی۔

وان فاتح دروازے سے باہر نکل گیا۔ اس کا دل بوجھل تھا۔

....

کافی شاپ کے کاؤنٹر کے ساتھ اونچے اسٹولز پہ اس صبح مختلف لوگ بیٹھے اپنی اپنی کافی سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ آج صبح سے بارش ہو رہی تھی ایسے میں شاپ کے اندر پھیلی روسٹ ہوئے کافی بینز کی مہک نے ماحول بہت بنا رکھا تھا۔

باریستا ایک کے بعد ایک کافی کپ کاؤنٹر پہ رکھتی آوازیں لگا رہی تھی۔ ہر کپ پہ کافی لینے والے کا نام لکھا تھا۔

"انچے ساحر۔" (مسٹر ساحر۔) مصروف سے انداز میں اس نے آواز لگائی تو کاؤنٹر کی طرف پشت کیے کھڑا شخص اس جانب گھوما۔ اس نے سیاہ کوٹ کے اوپر سیاہ ہیٹ پہن رکھا تھا۔ مسکرا کے اس نے ٹشو سے کپ تھاما اور اسے لیے شاپ کے کونے میں بنی ایک میز تک آیا۔ اپنی کافی رکھ کے کاؤچ پہ بیٹھتے ہوئے اس نے عام سے انداز میں کہا۔

"میں کافی دیر سے تمہیں اپنا پیچھا کرتے دیکھ رہا ہوں، پتری تالیہ۔ تم سامنے آ سکتی ہو۔"

ذوالکفلی نے مسکرا کے چہرہ اوپر کیا۔ اس کی چمکتی آنکھیں متلاشی انداز میں ادھر ادھر گھومیں۔ اور پھر وہ اسے نظر آ گئی۔ ایک ستون کے پیچھے سے نکلتی تالیہ۔

اس نے گلابی پھولدار فراک کے اوپر سرمئی ہیٹ پہن رکھا تھا۔ اس کے ہیٹ میں لگا پھول اور ساتھ جڑی موتیوں کی لڑی بھی سرمئی تھی۔ بال جوڑے میں بندھے تھے اور آنکھوں میں غصہ تھا۔ تنفر تھا۔

"میں تم سے آج ایک آخری بات کرنے آئی ہوں۔" وہ جارحانہ انداز میں سامنے والے کاؤچ پہ بیٹھی اور میز پہ اپنے دونوں ہاتھ رکھے۔

"میں سن رہا ہوں۔ مگر اتنے غصے میں کیوں ہو؟" ذوالکفلی نے مسکرا کے چینی کا پیکٹ اٹھایا اور کافی میں چھڑکا۔ پھر اسٹک سے اسے ہلایا۔ پھر ڈھکن بند کر کے نظریں اٹھائیں تو وہ اسی طرح اسے گھور رہی تھی۔

''ویسے تم ابھی تک گئیں نہیں؟ تمہاری آج فلائیٹ ہے نا؟''اس نے ایک گھونٹ بھرتے ہوئے محظوظ انداز میں تالیہ کو دیکھا۔

''تم نے مجھے زہر کیوں دیا؟''

''کیا تم نے مجھے دھوکہ نہیں دیا تھا؟ دونوں میں کوئی فرق ہے کیا؟''

''پہلے تم نے میرے باپ کو اپنے جادو میں دھکیلا۔ پھر مجھے۔تمہارے پاس سارے سوالات کے جواب تھے لیکن تم ذوالکفلی..تم ہم سب کو اپنی انگلیوں پہ کٹھ پتلیوں کی طرح نچاتے دیکھتے رہے۔''وہ چبا چبا کے کہہ رہی تھی۔اس کے انداز میں غصے کے ساتھ بے بسی بھی تھی۔''تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارے پاس بہت طاقت ہے۔تم ہمیں ناکام ہوتے دیکھتے رہو گے۔تم نے سب کچھ کیا۔میں نے سب کچھ سہا۔''

''اوہ تو یہاں وکٹم 'تم' ہو؟''اس نے ابرو اٹھائی۔

''ذوالکفلی...سنو میری بات...''وہ آگے ہوئی اور مٹھی میز پہ زور سے رکھی۔''تمہاری اور میری لڑائی آپس میں تھی۔تم فاتح کو درمیان میں کیوں لائے؟''

''کیا تم اب تک یہ نہیں سمجھ سکی ہو کہ تم اور فاتح الگ نہیں ہو؟ چچ چچ۔''اس نے افسوس سے کہتے ہوئے گھونٹ بھرا۔اس کی چمکتی آنکھیں محظوظ لگ رہی تھیں۔

تالیہ لب بھینچے ضبط سے اسے دیکھتی رہی۔''تم نے فاتح سے ان کی کرسی چھینی صرف مجھے ہرٹ کرنے کے لیے۔''

''اور میں کامیاب ہو گیا۔''

''اور تم نے وہ خط لکھا مجھے گلٹ میں مبتلا کرنے کے لیے۔جانتے ہو میرے دل پہ کیا گزری تھی۔''

''اور میں دوبارہ سے کامیاب ہو گیا۔''

''اور تم نے مجھے زہر دینا چاہا۔لیکن ایشا نے فاتح کے ساتھ ڈیل کر لی۔تمہاری ایک اور اسٹوڈنٹ نے تمہیں دھوکہ دے دیا۔''

''میں پھر بھی ناکام نہیں ہوا۔تمہیں تمہارا سبق مل چکا ہے۔اور اس کو اس کا سبق میں دے دوں گا۔''وہ گھونٹ بھرتے ہوئے جتانے والے انداز میں بولا۔''تم اب یہاں کیا لینے آئی ہو؟''

''تمہیں یہ بتانے کہ میں اس جنگ کو ختم کر رہی ہوں۔''

''ہوں۔انٹرسٹنگ۔لیکن کیوں؟ کیا تم میرا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں رکھتیں یا تمہارا خیال ہے تم اس ملک سے چلی جاؤ

گی تو میں تمہارے پیچھے نہیں آسکوں گا؟ میں دنیا کے ہر ملک، ہر جزیرے تک تمہارا پیچھا کروں گا۔"

"دیکھو ذوالکفلی..." اس نے بے بسی بھری سانس لی اور ذرا دھیمے انداز میں کہنے لگی۔ "تم میرے پیچھے نہیں آسکتے۔ لیکن میرے کچھ اپنے ابھی یہاں موجود ہیں۔ اور مجھے ہرٹ کرنے کے لیے تم ان کو نقصان پہنچاؤ گے۔ مجھے معلوم ہے۔ میں تمہیں یہ کہنے آئی ہوں کہ تم ایسا مت کرو۔ میری تمہاری جو بھی لڑائی ہے اسے یہیں ختم کر دو۔"

"کیا تم مجھ سے معافی مانگ لو گی؟ اپنے استاد کو دھوکہ دینے کی معافی۔"

"معافی؟" وہ طنزیہ مسکرائی اور پیچھے ہوئی۔ سر پہ رکھا ہیٹ ترچھا کیا۔ "میں تمہیں ایک نصیحت کرنے آئی ہوں۔"

"میں سن رہا ہوں۔" اس نے کپ رکھا اور بظاہر پوری توجہ سے اسے سننے لگا۔

"جانتے ہو انسان کو سب سے زیادہ اس کا کون سا عضو مشکل میں ڈالتا ہے؟ اس کی زبان۔ زبان سارے جھوٹ گھڑتی ہے۔ زبان ساری تکلیف دہ باتیں کہتی ہے۔ زبان انسان کو بناتی ہے۔ زبان اسے تباہ کرتی ہے۔ مگر یہ بغیر ہڈی کے نرم سا ٹکڑا ایک اور کام بھی کرتا ہے۔"

"کیا؟"

"جادو۔" وہ مسکرائی۔ اس کی آنکھیں چمکیں۔

"ابھی دنیا میں وہ جادو نہیں بنا جو آنکھوں یا ہاتھ کے اشارے سے ہو سکے۔ سارے جادو زبان سے ہوتے ہیں۔ سارے منتر اس زبان کو ہلا کے پڑھنے ہوتے ہیں۔" وہ آگے کو جھکی اور اس کی چمکتی آنکھوں میں دیکھا۔

"اور میں تم سے تمہاری زبان چھیننے آئی ہوں۔"

"اچھا۔ وہ کیسے؟" وہ مسکرا کے بولا۔

"باریستا کو ایک ہزار رنگٹ دے کر۔"

ذوالکفلی کی رنگت بدلی۔ اس نے چونک کے اپنے کپ کو دیکھا۔ پھر اس کے ابرو اکٹھے ہوئے۔

"تم جھوٹ بول رہی ہو۔ تم نے ایک دفعہ پہلے بھی مجھے زہر دینے کا ناٹک..." س کے الفاظ اٹکنے لگے۔ اس نے بے اختیار گردن پہ ہاتھ رکھا۔ آنکھیں بے یقینی سے پھیلیں۔

"کیا ہوا؟ دم گھٹتا محسوس ہو رہا ہے، ہے نا؟" وہ ہمدردی سے دھیرے سے بولی۔ "بلکہ... زبان مفلوج ہوتی جا رہی ہے نا؟ چچ چچ۔ اب تم کیسے بولو گے؟ اور بولو گے نہیں تو.... جادو کیسے کرو گے؟ اور جادوئی زہر کیسے بناؤ گے؟"

وہ کھانسا۔ اس کی آواز گھٹی گھٹی سی نکلی۔ اس نے ہاتھ سے تالیہ کی طرف اشارہ کیا اور زبان ہلانی چاہی۔ وہ مسکرا کے اسے

دیکھے گئی۔زبان کے بغیر سارے جادو ادھورے تھے۔

''صرف تم نہیں ہو جسے قدیم زمانے کی دوائیاں بنانی آتی ہیں۔اور یہ دوا تو بہت آسان تھی۔صرف تمہاری زبان سے چمٹ گئی اور اسے مفلوج کر دیا۔ چچ چچ۔اب اگر تم جادو نہیں کر سکو گے تو ساحر کیسے کہلاؤ گے؟ پمبورو کیسے رہو گے؟''

اس کا چہرہ سفید پڑ رہا تھا۔اس نے تیزی سے پانی کا گلاس غٹا غٹ پی لیا۔پھر بولنے کی کوشش کی۔لیکن زبان ہلنے سے انکاری تھی۔وہ بے بسی سے مٹھیاں میز پہ مارنے لگا۔

''اور اس دوا کا کوئی تریاق بھی نہیں ہے۔زبان کے زہر کا تریاق ویسے بھی کوئی نہیں ہوتا' ساحر۔'' وہ تلخی سے مسکرائی اور اٹھی۔

''تم نے ٹھیک کہا تھا۔ میں سفید گھوڑے والی شہزادی نہیں ہوں۔اگر ہوتی تو تم سے صلح کر لیتی۔ میں سیاہ گھوڑے والی شہزادی بھی نہیں ہوں۔ورنہ تمہیں جان سے مار دیتی۔میرا رنگ کچھ اور ہے۔ان دونوں کے درمیان کا۔''اس نے سرمئی ہیٹ سر پہ سختی سے جمایا اور میز کے پیچھے سے نکلی۔وہ اب سر جھکا کے کھانس رہا تھا۔

''اب تم کبھی جادو نہیں کر سکو گے نہ لوگوں کی زندگی سے کھیل سکو گے۔اور جب تم جادو نہیں کر سکو گے تو تمہارے ساتھ وقت کے سارے دروازے بند ہو جائیں گے۔پمبورو ختم ہو جائیں گے۔اب وقت کے چکر میں کسی کی زندگی برباد نہیں ہو گی۔تم اپنے جادو کے بغیر بالکل بے کار ہو ذوالکفلی۔اپنی زندگی کے بقیہ ایام تم چھوٹی موٹی چوریاں کر کے گزار سکتے ہو۔گڈ لک۔''

اس نے سرمئی ہیٹ ترچھا کیا یہاں تک کہ اس کا آدھا چہرہ چھپ گیا اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

ذوالکفلی اس کو نہیں سن رہا تھا۔وہ مسلسل کھانستا ہوا کچھ بولنے کی کوشش کر رہا تھا۔لوگ پریشانی سے اس کے گرد اکٹھے ہو رہے تھے۔

اس کا سیاہ ہیٹ فرش پہ جا گرا تھا۔اکٹھے ہوتے مجمعے کے پیر اس ہیٹ کو کچل رہے تھے۔کپڑے کے چیتھڑے الگ ہو رہے تھے۔

....

(میں ایڈم بن محمد ہوں۔مراد راجہ کہتے تھے کہ میں پے تالیہ کے عام انسانوں کے خوشگوار انجام کی امید ہوں۔مگر جانتے ہو میں اس سے پہلے کیا تھا؟)

کے ایل کا انٹرنیشنل ائیر پورٹ اس وقت بھانت بھانت کی قوموں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔مختلف بولی بولنے والے مختلف

رنگ والے' مختلف لباس والے لوگ اپنے اپنے سامان اٹھائے آگے پیچھے جا رہے تھے۔ کسی کو منزل مل چکی تھی۔ کسی کو اب منزل کے لیے روانہ ہونا تھا۔ کوئی تھکا ہوا تھا۔ کوئی سفر کے لیے تازہ دم تھا۔

(میں اتنا عام سا انسان تھا کہ جب بھی امیر اور مشہور لوگ دیکھتا' اداس ہو جاتا۔ احساس کمتری میں چلا جاتا۔ وہ لوگ اتنے چمک دار چہروں والے' اتنے دولت منداور متاثر کن ہوتے تھے کہ مجھے اپنا آپ پہلے سے زیادہ عام لگتا۔)

وہ دونوں کندھوں پہ بیک پیک پہنے ایئر پورٹ کے باہر روڈ پہ کھڑی تھی۔ اس نے پاؤں کو چھوتی سفید میکسی پہن رکھی تھی اور بالوں کی اونچی پونی بنا رکھی تھی۔ ہوا سے چند لٹیں بار بار چہرے پہ آتیں جنہیں وہ ہٹا دیتی۔

(میں آئینے میں اپنے آپ کو دیکھ نہیں پاتا تھا۔ نہ مجھے اپنی رنگت اچھی لگتی نہ شخصیت۔ میرے اندر کچھ بھی نہیں تھا جو کسی کو متاثر کر سکتا۔)

وہ اکیلی آئی تھی۔ داتن اور ایڈا کو درست وقت نہیں معلوم تھا لیکن فاتح جانتا تھا۔ کیا وہ آئے گا؟

(اور پھر میں ملا ایک لڑکی سے۔ اور ایک آدمی سے۔ اور انہوں نے مجھے بتایا کہ ہاں' میں ان چمک دار لوگوں جیسا نہیں بن سکتا لیکن یہ لوگ بھی مجھ جیسے نہیں بن سکتے۔)

وہ سفید جوگرز سے قدم اٹھاتی اندر آ رہی تھی۔ وہاں روشنیوں کی ایک نئی دنیا تھی۔ بیگز اٹھائے لوگ آ جا رہے تھے۔ ایک دوسرے سے بے نیاز صرف اپنی منزل کو فوکس میں رکھے۔

کیا فاتح اس کو الوداع کہنے آئے گا؟ کیا وہ اس کو روکنے آئے گا؟

(میں نے جانا کہ یہ سارے امیر اور خوبصورت لوگ ایک جیسے ہیں۔ لیکن میں ان جیسا نہیں ہوں۔ مجھے ان جیسا بننا بھی نہیں ہے۔ مجھے اپنی نظروں میں معتبر بننا ہے۔)

وہ آگے بڑھتے ہوئے سوچ رہی تھی۔

اور اگر وہ آیا تو کیا وہ رک جائے گی؟

(اس لڑکی نے مجھے یہ سکھایا کہ مجھے اپنا بہترین ورژن بننا ہے۔ پھر مجھے کسی کے چہرے کی چمک متاثر نہیں کرے گی۔)

ایئر پورٹ میں قدم قدم چلتی تالیہ کو پتہ نہیں کیوں یقین تھا کہ وہ آئے گا۔ جیسے فلموں میں ہوتا ہے۔ وہ آئے گا اور اس سے کہے گا کہ وہ رک جائے۔ اس دفعہ وہ اس کو ناں نہیں کر پائے گی اور اپنا ٹکٹ پھاڑ دے گی۔ وہ رک جائے گی۔

(یوں میں نے خود سے سچا بننا سیکھ لیا۔ میں نے اپنے اصل ٹیلنٹ کو پہچان لیا۔ میں اپنی نظروں میں خوبصورت بنتا گیا تو دنیا والوں کی نظریں بھی مجھ سے متاثر ہونے لگیں۔)

وہ اب اپنا پاسپورٹ لیے قطار میں کھڑی تھی۔ گردن موڑے وہ متلاشی نگاہوں سے پیچھے دیکھ رہی تھی۔ کیا معلوم وہ وہیں کہیں ہو اور اسے تلاش کر رہا ہو؟

(یہاں تک کہ میری شخصیت ان چمک دار لوگوں سے زیادہ متاثر کن ہو گئی جس کبھی احساس کمتری میں مبتلا کرتے تھے۔ لیکن پھر مجھے ایک چمک دار چہرے والی لڑکی سے محبت ہو گئی۔ نہیں ہونی چاہیے تھی۔)

کیا وہ واقعی اس کے روکنے پہ رک جائے گی؟ مگر وہ تو دنیا کا سفر کرنے جا رہی تھی۔ وہ تو ملکوں ملکوں پھرنے جا رہی تھی۔ وہ تو اپنی تلاش کے سفر پہ روانہ ہو رہی تھی۔ پھر وہ کیوں رکے گی؟

(کیونکہ اس محبت نے مجھے سمجھایا کہ ہر انسان کا ایک دائرہ ہوتا ہے۔ سب اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں۔ کچھ لوگوں کا دائرہ ہم سے کبھی مل نہیں پاتا۔)

وہ سر جھٹک کے آگے بڑھ گئی۔ کاؤنٹر کے پیچھے بیٹھی عورت اب اس کو اس کا بورڈنگ پاس دے رہی تھی۔ تالیہ نے پاس پکڑا اور آگے بڑھ گئی۔

(میں نے جان لیا کہ میرا اور اس کا دائرہ مختلف ہے۔ ہمارا دائرہ ایک دوسرے میں ضم نہیں ہو سکتا۔ مجھے اپنے دائرے میں چلنا ہے اور اسے اپنے دائرے میں۔)

وہ ایک لمحے کے لیے رکی اور مڑ کے دیکھا۔ دائیں سے بائیں ایئرپورٹ کے اس حصے میں نگاہ دوڑائی۔ ہر چہرے کو دیکھا۔ وہ وہاں نہیں تھا۔ وہ نہیں آیا تھا۔

(میں نے یہ بھی جان لیا کہ اس کا دائرہ کسی اور سے ملتا ہے۔ وہ دونوں چمک دار چہروں والے لوگ ہیں۔ میرے جیسے لوگ ان جیسے کبھی نہیں بن سکتے۔ اور وہ مجھ جیسے نہیں ہو سکتے۔ پھر میں اپنا دائرہ چھوڑ کے کیوں بھٹک جاؤں؟)

اس نے گہری سانس لی اور آگے بورڈنگ لاؤنج کی طرف بڑھ گئی۔ اب وہ چاہتا بھی تو اس کے پیچھے وہاں نہیں آ سکتا تھا۔

لاؤنج کے اندر آ کے اس نے صوفے پہ اپنا بیک پیک دھرا اور خود ساتھ بیٹھ گئی۔ نظریں گھڑی کی طرف اٹھ گئیں۔ بورڈنگ شروع ہونے میں پچاس منٹ رہتے تھے۔

(اور تب میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے کسی دوسرے کے دائرے میں نہیں جانا۔ بلکہ دو محبت کرنے والوں کو ان کے دائرے میں رہنے دینا ہے۔)

تالیہ نے اپنے سیل فون کو دیکھا۔ کوئی کال نہیں۔ کوئی میسج، ای میل کچھ بھی نہیں۔

کیا وہ فاتح کے روکنے پہ رک جائے گی؟ کیا اسے رک جانا چاہیے؟

(اپنی محبت سے موو آن کرنے کا فیصلہ دل کاٹ دیتا ہے۔اس کے بعد انسان دنیا میں یوں چل پھر رہا ہوتا ہے جیسے اندر سے مر چکا ہو۔کسی بھٹکتی روح کی طرح۔)

ہاں۔وہ رک جائے گی۔کسی نے اندر سے کہا۔تو پھر اس سفر کا کیا؟وہ سفر جو اس کے لیے ضروری تھا؟

اس نے سر ہاتھوں میں گرا دیا۔ذہن الجھتا جا رہا تھا۔

(اس فیصلے کا غم ختم ہونے میں عرصہ لگ جاتا ہے۔لیکن مجھے امید ہے کہ ایک نہ ایک دن یہ غم ختم ہو جائے گا۔)

یہ پہلی دفعہ نہیں تھا جب وہ فاتح کو چھوڑ کے جا رہی تھی۔وہ اس کے پیچھے اس کا انتظار کیا کرتا تھا۔

وہ قدیم ملاکہ میں ایک پنجرے میں قید تھے۔ایڈم اور تالیہ نکل آئے لیکن فاتح نہیں نکل سکا۔

اسے دولت امان کے آفیسرز گرفتار کر کے لے گئے تھے۔اور اس کے انتظار میں وان فاتح روز وہاں آتا تھا۔اس کے لیے خط لکھتا تھا۔

مراد نے فاتح کو سلاخ دے ماری تھی۔وہ غصے میں فاتح اور ایڈم کو چھوڑ کے مراد کے پیچھے لپکی تھی اور وہ چھ برس تک اس کا انتظار کرتا رہا تھا۔

(مجھے جس سے محبت ہوئی'وہ کسی اور کے ساتھ اپنی زندگی گزارنا چاہتی ہے۔کچھ لوگ ہمارے لیے نہیں ہوتے۔ہم دعائیں کریں یا جادو'وہ ہمیں نہیں ملیں گے۔ان لوگوں کے ملنے کی خواہش کو ترک کرنا دل مار دیتا ہے۔)

وہ اس کے پیچھے آتا تھا۔یا اس کا انتظار کرتا تھا۔پھر آج کیوں نہیں آیا؟

(اور میں ایڈم بن محمد اپنا دل اس امید پہ مار رہا ہوں کہ کبھی نہ کبھی میرا یہ زخم بھر جائے گا۔کبھی تو میرا خدا میرے دل کو پھر سے تندرست کر دے گا۔)

بورڈنگ میں اب پچیس منٹ رہتے تھے۔تالیہ نے فون اٹھایا اور فاتح کے گھر کا نمبر ملایا۔

''ہیلو؟''کسی ملازم نے اٹھایا۔

''کیا وان فاتح گھر پہ ہیں؟''

''جی۔وہ اسٹڈی میں ہیں۔آپ کون؟''اس نے بنا کچھ کہے فون رکھ دیا۔

(لیکن اب اس زخمی دل کے ساتھ میں آگے کیسے بڑھوں؟موو آن کیسے کروں؟کوئی دوست' کوئی غمگسار' کوئی ہے میری مدد کے لیے یہاں؟)

وہ گھر پہ تھا؟اس نے بے یقینی سے فون کو دیکھا۔اس کا گھر پتراجایا میں تھا۔ائیر پورٹ سے قریباً گھنٹے بھر کی مسافت پہ۔

وہ اگر آتا بھی تو پچیس منٹ میں یہاں نہیں پہنچ سکتا تھا۔

وان فاتح اس کو روکنے نہیں آئے گا۔اس کو روکنے کوئی نہیں آئے گا۔

(کچھ فیز ہوتے ہیں جن میں ہمارے اپنے ہمیں بچاتے ہیں۔کسی تاریک گلی میں گرے پڑے مرتے ہوئے انسان کو بچا لیتے ہیں۔لیکن ہر فیز میں ہمیں نہیں بچایا جاتا۔)

تالیہ نے بورڈنگ پاس اونچا کر کے دیکھا۔اسے عقب میں دیوار پہ لگی گھڑی نظر آرہی تھی۔کوئی اس کو روکنے نہیں آنے والا تھا۔

(کچھ فیز ایسے ہوتے ہیں جن میں کوئی کسی کو بچانے نہیں آتا۔موو آن کرنے کا فیز بھی ایسا ہی ہے۔)

وہ اٹھی۔بیک پیک کندھوں پہ ڈالا اور اس دروازے کی سمت بڑھی جس سے وہ آئی تھی۔

(یہ سفر انسان کو تنہا کرنا پڑتا ہے۔اس میں اپنی بھلائی کے فیصلے بھی اسے تنہا کرنے ہڑتے ہیں۔)

واپس باہر نکل کے وہ سیدھی ایک کچرے کے کین تک آئی۔بورڈنگ پاس کے دو ٹکڑے کیے اور اسے کین میں اچھال دیا۔

(اس فیز میں کوئی اس کی مدد نہیں کر سکتا۔کوئی اس کو اس کی مشکل سے نہیں نکال سکتا۔زندگی کے سب سے بڑے فیصلوں میں انسان تنہا ہوتا ہے۔)

اب وہ تیز قدموں سے ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف بڑھ رہی تھی۔اس کے چہرے پہ مسکراہٹ تھی۔

(اور ہم سب کو اپنے مشکل فیصلے خود کرنے کی عادت ڈال لینی چاہیے۔کسی دوسرے کے آنے کا انتظار کیے بغیر۔)

وہ ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پہ بیٹھی شیشے سے باہر بھاگتی عمارتوں کو دیکھ رہی تھی۔انسان ساری دنیا کا سفر جس خوشی کی تلاش میں کرتا ہے وہ اس کے اپنے شہر اور اپنے گھر میں اس کا انتظار کر رہی ہوتی ہے۔

(کیونکہ اگر ہم اپنی محبت کھو بھی دیں...تب بھی ایک شے ہمارے پاس باقی رہتی ہے۔وقت۔)

وہ فاتح کے گھر میں داخل ہوتے ہی سیدھی اسٹڈی کی طرف بڑھی تھی۔

(کسی کو اللہ نے شکل زیادہ اچھی دی ہے اور کسی کو دولت۔ہر شے میں اللہ کی تقسیم مختلف ہے۔لیکن وقت ہر ایک کو برابر کا ملتا ہے۔غلام کو بھی۔بادشاہ کو بھی۔سب سے بڑا کنگال وہ ہوتا ہے جو وقت ضائع کرے۔)

اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ اسٹڈی کا دروازہ کھٹکھٹایا۔

(صرف ایک چیز محبت کے زخم پہ مرہم رکھتی ہے۔تندرست نہیں کرتی لیکن مرہم ضرور رکھتی ہے۔اور وہ ہے خود کو کسی نئے خواب کی جستجو میں چھوڑ دینا۔ایڈم بن محمد نے بھی ایک نیا خواب بُن لیا ہے۔)

....

وان فاتح نے دروازہ کھولا۔وہ کسی اور کے گمان میں کچھ کہنے لگا تھا۔اسے دیکھ کے وہ رک گیا۔

چند لمحے خاموشی کی نظر ہو گئے۔ دونوں کے درمیان بس ایک کھلا دروازہ تھا۔اور اس کو پار کرنا وقت کے دروازوں کو پار کرنے سے زیادہ مشکل فیصلہ ثابت ہوا تھا۔

یہ فیصلہ تالیہ مراد کو تنہا ہی کرنا تھا۔

''آپ نے کہا تھا' کبھی مجھ سے ملنے آؤ..حالم۔'' وہ نم آنکھوں سے مسکرائی۔

''اور میں نے کہا تھا کہ کیا تم کوشش نہیں کرنا چاہتیں؟'' اس نے مسکرا کے دروازہ کھول دیا اور خود پیچھے ہٹ گیا۔

''میں کرنا چاہتی ہوں۔'' تالیہ نے اثبات میں سر ہلایا اور چوکھٹ پار کی۔

''میں پوری دنیا کا سفر نہیں کرنا چاہتی فاتح۔ اگر ہم اندر سے ناخوش ہوں تو نہ بڑے گھر ہمیں خوش کر سکتے ہیں نہ ہی دنیا بھر کے خوبصورت نظارے۔تنہا سفر بہت مشکل ہے۔اور میں یہ نہیں کر سکتی۔ہم مختلف ہیں تو کیا ہوا۔ہم ایک دوسرے کو نہیں سمجھتے تو کیا ہوا۔ہم ایک جیسے ہوتے تو زندگی بورنگ ہو جاتی۔ ہم ایک کوشش کر سکتے ہیں۔ساتھ رہنے کی۔اپنا گھر خود بنانے کی۔''

وہ اسٹڈی کے وسط میں کھڑے ہوئے کہہ رہی تھی۔اس کا سفید بیک پیک ابھی تک اس کے کندھے پہ تھا۔اور اس کی سیاہ آنکھوں میں نمی تھی۔

فاتح میبل کے کنارے پہ بیٹھا اور مسکرا کے سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھا۔

''تم مجھے سمجھتی ہو یا نہیں..میں تالیہ کو اچھے سے سمجھتا ہوں۔نہ میں سفید ہوں۔ نہ تم سیاہ ہو۔ ہر شخص کا اپنا رنگ ہوتا ہے۔اور انسان اپنے اصل رنگ سے نہیں بھاگ سکتا۔ مجھے معلوم تھا تم واپس آ جاؤ گی۔ میں تمہارے انتظار میں تھا۔ایک دن بعد یا ایک سال بعد۔تم ضرور آؤ گی۔''

''اسی لیے آپ میرے پیچھے ایئر پورٹ نہیں آئے؟'' اس نے گلہ کیا۔

''نہیں۔ کیونکہ فلائیٹ مس کرنے کا فیصلہ تمہیں اور صرف تمہیں کرنا تھا۔اور مجھے امید تھی تم یہ ضرور کرو گی۔ میں نے کہا نا' میں تمہیں جانتا ہوں۔'' اس کے سامنے کھڑے ہوئے وہ مسکرا کے کہہ رہا تھا۔اس کا انداز پرسکون تھا۔نرم اور اپنائیت لیے۔

''مجھے کیا معلوم کہ آپ کو یقین تھا یا نہیں۔'' اس نے ابرو اٹھایا۔

فاتح نے اس سے نظریں ہٹائے بغیر میز سے ایک فائل اٹھا کے اس کے سامنے کی۔

''میں ایک آرگنائیزیشن بنا رہا ہوں جس کا مقصد بے گناہ قیدیوں کو قانون کے شکنجے سے نکالنا ہے۔لیکن مجھے کیسے معلوم

ہو گا کہ کون سا قیدی بے گناہ ہے اور کون جھوٹ بول رہا ہے۔ اس کے لیے مجھے ایک انویسٹی گیٹر چاہیے۔ اور میں نے اپنے لیے کس انویسٹی گیٹر کا نام لکھا ہے..تم دیکھ سکتی ہو۔'' تالیہ نے خوشگوار حیرت سے فائل کھولی۔

وہاں انویسٹی گیٹر کے خانے میں ایک لفظ جگمگا رہا تھا۔

حالم۔

اور تالیہ بنت مراد کھلے دل سے مسکرا دی۔

وہ ایک دفعہ پھر ایک خواب بُن رہا تھا اور وہ اس خواب میں اس کا ساتھ دینے کے لیے ہمیشہ کی طرح تیار تھی۔

....

دو ماہ بعد

بہار 2023

وہ ایک روشن دن تھا۔ نہ دھوپ تیز تھی نہ چھایا بہت ٹھنڈی تھی۔ بہار کی خوشگوار ہوا سارے میں چل رہی تھی۔

کوالالمپور کے ڈاؤن ٹاؤن میں ٹریفک سست روی سے چل رہی تھی۔ سڑک کے دونوں اطراف خوبصورت فٹ پاتھ بنے تھے جن پہ لوگ دونوں اطراف میں چلتے ہوئے جا رہے تھے۔

ایسے میں صوفی ایک گتے کی ٹرے میں کافی کے چار بڑے کپ پھنسائے تیز تیز چل رہی تھی۔ تیز چلنے سے اس کی بالیاں جھول رہی تھیں اور ماتھے پہ خفاسی سلوٹیں دکھائی دیتی تھیں۔

اسٹریٹ کے وسط میں اس نے ایک شیشے کا دروازہ کھولا۔ دروازے کے اوپر ایک پلیٹ لگی تھی جس پہ تحریر تھا۔

''ایڈم بن محمد...کیمپئین آفس۔''

صوفی اندر داخل ہوئی تو وہاں باہر سے زیادہ شور سنائی دیا۔ وہ ایک شاپ تھی جو حال ہی میں کرائے پہ لی گئی تھی۔ فرش اور دیواریں خالی تھیں۔ نیا فرنیچر ایک کونے میں رکھا تھا۔ چند ورکرز بھاگتے دوڑتے کام کاج کرتے دکھائی دے رہے تھے۔ کوئی انٹرنیٹ کی وائرز لگا رہا تھا۔ کوئی کمپیوٹرز سیٹ کر رہا تھا۔ کوئی ہدایات دے رہا تھا۔

ایک بڑی شاپ کے تین حصے کر کے درمیان میں دروازے لگائے جا رہے تھے۔ ایک آفس نما کمرے میں صد شکر کہ میز رکھی تھی۔ اس کے پیچھے ایڈم بن محمد بیٹھا تھا۔ وہ لیپ ٹاپ کھولے ساتھ کھڑے لڑکے کو اسکرین پہ کچھ دکھا تا ہدایات دے رہا تھا۔

صوفی اس کی طرف آئی اور کافی کی ٹرے میز پہ رکھی۔

''آپ کی کافی.. باس!''اس کا کپ نکال کے سامنے رکھا۔

''تھینک یو صوفی۔''ایڈم نے مسکرا کے کپ اٹھایا تو صوفی نے دونوں آنکھیں پھیلا کے تعجب سے اسے دیکھا۔

''جب آپ نے کہا تھا کہ آپ وان فاتح کی چھوڑی نشست پہ الیکشن لڑیں گے تو مجھے یقین نہیں آیا تھا کہ آپ سیاست میں آسکتے ہیں۔لیکن...واؤ...آپ تو مجھ سے خوش اخلاقی سے بات کرنے لگے ہیں۔آپ کا مستقبل روشن ہے'باس۔''

ایڈم نے جواباً کچھ تیکھا نہیں کہا۔ بلکہ مسکرا کے کافی کا گھونٹ بھرا۔پھر میز کے پیچھے سے نکلا اور آگے بڑھ گیا۔صوفی نے دوسری کپ وہاں کھڑے نوجوان کو تھمایا اور ٹرے لیے ایڈم کے پیچھے آئی۔

''نہیں...بینر کو ذرا دائیں جانب کرو...''وہ کافی کپ پکڑے' گردن اٹھائے' سامنے والی دیوار پہ بینر آویزاں کرتے ورکرز کو کہہ رہا تھا۔وہ سیڑھی پہ چڑھ کے چھت کے قریب بینر کو چسپاں کرر ہے تھے۔بینر ابھی اکٹھا تھا سو معلوم نہیں ہوتا تھا کہ اس میں کیا لکھا گیا ہے۔

صوفی ٹرے میں دونوں کپ لیے کھڑی وہیں ان نوجوانوں کو بینر آویزاں کرتے دیکھنے لگی۔پھر کھنکھاری۔

''کہہ دو' صوفی۔یہی کہنا چاہتی ہو نا کہ میں الیکشن ہار جاؤں گا؟''

''آپ کے پولز اچھے جا رہے ہیں۔آپٹکس بھی آپ کے حق میں ہیں۔لیکن...''اس نے سوچنے والے انداز میں کہا۔''آپ کو یقین ہے کہ آپ ایک ممبر پارلیمنٹ بننا چاہتے ہیں؟''

ایڈم نے چہرہ اس کی طرف موڑا تو لبوں پہ مسکراہٹ اور آنکھوں میں چمک تھی۔

''پتہ ہے صوفی...میں کتنی کتابیں لکھ لوں...میں کتنے شوز کر لوں...میں کتنا بول لوں...میں ملک میں اصل تبدیلی نہیں لا سکتا جب تک میں پاور میں نہ ہوں۔اگر میں ممبر پارلیمنٹ بن گیا تو میرے پاس اختیار ہوگا۔میں پالیسیز بنا سکوں گا۔میں کچھ پریکٹکل کر سکوں گا۔''

''اور آپ کی رائیٹنگ؟''

''وہ ساتھ ساتھ چلتی رہے گی۔جیسے بہت سے سیاستدان کتابیں لکھتے ہیں'میں بھی لکھتا رہوں گا۔''وہ مسکرا کے واپس دیوار کو دیکھنے لگا۔''تھوڑا سا اور دائیں جانب۔''اونچی آواز میں ہدایت دی۔

''آپ یہ کیوں کرنا چاہتے ہیں؟''

''کیونکہ میں وان فاتح کی جگہ ہوتا تو وہ غلطیاں نہ کرتا جو انہوں نے کیں۔ان کے کچھ فیصلے غلط تھے۔صرف ان پہ تنقید کرنا مسئلے کا حل نہیں ہے۔میں ان کی جگہ لے کر درست فیصلے کرنا چاہتا ہوں۔''گھونٹ بھر کے کپ نیچے کیا اور مسکرا کے بولا۔

''مجھے' صوفی' ایک نیا خواب مل چکا ہے۔''

''ایک نئی کافی لانے والی لڑکی بھی رکھ لیں۔اب میرے کام بھی بڑھ چکے ہیں۔''وہ منہ بنا کے پیچھے سے پکار کے بولی۔

ایڈم اسے نظر انداز کیے ہال نما شاپ کے دوسرے کونے کی جانب بڑھ گیا۔وہاں ایک میز پہ دو ورکرز کھڑے کمپیوٹرز سیٹ کر رہے تھے۔داتن ان کے سر پہ کھڑی ہدایات دے رہی تھی۔ایڈم کی طرف اس کی پشت تھی۔

''تھینک یو...داتن۔''اس نے مسکرا کے اسے مخاطب کیا تو وہ گھومی۔عینک کے اوپر سے اسے دیکھا۔اور کندھے اچکائے۔

''اب تم غلطی کرنے کا سوچ ہی چکے ہو تو ظاہر ہے مجھے تمہارا ساتھ دینا پڑے گا۔'' گہری سانس لے کر بولی۔

''ہاں نا...آخر دوست کس لیے ہوتے ہیں؟''وہ مسکرا کے اطراف میں دیکھ رہا تھا۔اتنے دن سے اس آفس پہ کام جاری تھا اور بالآخر اس کی شکل نکلتی آ رہی تھی۔

''تمہارے مخالف امیدوار پہ میں نے اپوزیشن ریسرچ کی ہے۔تمہارے کام آئے گی۔''داتن نے معنی خیز انداز میں ایک فولڈر اس کے سامنے رکھا۔وہ اسے دیکھ کے سوچ کے بولا۔

''آپ کو کیا لگتا ہے...میں یہ الیکشن جیت جاؤں گا؟''

''مجھے لگتا ہے کہ تم جیت بھی جاؤ...تب بھی سیاست میں آنا تمہاری غلطی ہے...اور ہر انسان کو اپنی غلطی خود کرنے دینی چاہیے۔''

''اچھا...اگر میں اتنا غلط ہوں تو آپ میرا ساتھ کیوں دے رہی ہیں؟''

''کیونکہ لڑکے...الیکشن اس دنیا کا مہذب ترین 'کون' ہے۔اور میں اس کون گیم کا حصہ ضرور بننا چاہوں گی۔''

داتن مسکرا کے بولی۔''اور تم اگر ممبر پارلیمنٹ بننے میں خوش ہو تو میں بھی خوش ہوں۔''

''ممبر پارلیمنٹ؟اونہوں۔''ایڈم نے کافی کا گھونٹ بھرا اور اسے باہر آنے کا اشارہ کیا۔دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہال کے وسط میں آئے۔نوجوان اب بینر چسپاں کر چکے تھے۔ایک نے ڈوری کھولی اور نیچے گرا دی۔کسی آبشار کی طرح بینر نیچے گرا اور ساری دیوار پہ چھا گیا۔

''میں ممبر پارلیمنٹ نہیں...ایک دن اپنے ملک کا وزیر اعظم بنوں گا...لیانہ صابری۔''

''وزیر اعظم؟''لیانہ نے تعجب سے اسے دیکھا۔

''ہاں...کیونکہ اگر میرا خواب مجھے ڈرائے گا نہیں تو یہ بڑا خواب نہیں ہو گا۔''

وہ چہرہ موڑ کے دیوار کو دیکھنے لگا۔وہاں نیلے رنگ کے انتخابی نشان کے ساتھ ایڈم کا سوٹ میں ملبوس فل سائز پورٹریٹ

نظر آ رہا تھا۔ سارے ورکرز اور اسٹافرز اپنے اپنے کام روک کے اس خوبصورت اور بارعب پوسٹر کو دیکھ رہے تھے۔ گردنیں اٹھائے۔ آنکھوں میں چمک لیے۔ منہ سے واؤ کہتے۔۔توصیفی انداز میں سر دھنتے....

ایک نئے خواب کا سفر شروع ہو چکا تھا۔

....

وہ ایک طویل سڑک تھی۔ شہر کے مضافات میں واقع یہ جگہ ایک ننھی سی پہاڑی کی مانند تھی۔ یہاں بے ہنگم ٹریفک کا شور تھا نہ دھواں۔ دور دور تک سبزہ زار تھا اور درمیان میں بنی یہ سڑک۔

سڑک کے دونوں اطراف میں چیری بلاسم کے درختوں کی قطار تھی۔ درخت اتنے گھنے تھے کہ دھوپ کا راستہ روکے ہوئے تھے۔ سڑک پہ چھایا سی تھی۔

درختوں کے اوپر تازہ تازہ پھول کھلے نظر آ رہے تھے۔ گلابی اور سفید پھول...اتنے نرم گویا کاٹن کینڈی ہوں..یا...بادل کے ٹکڑے۔

ابھی پت جھڑ کا موسم ان پہ نہیں آیا تھا۔ وہ جوان تھے۔ اپنی خوبصورتی کے جوبن پہ تھے۔ نرم تھے لیکن ابھی کمزور نہیں پڑے تھے۔ ان پہ مشکل وقت کبھی نہ کبھی آنا تھا لیکن ابھی وہ اس سے محفوظ تھے۔ پورے قد سے بہار کی رعنائیاں لیے کھڑے تھے۔

سڑک کے اختتام پہ ایک گھر تھا۔ دو منزلہ لکڑی کا گھر جس کی مخروطی چھت بھی لکڑی کی بنی تھی۔ اس کی بالائی بالکونی کے کھلے دروازے سے لگتا تھا کہ وہ کسی کا گھر ہے۔

البتہ نچلی منزل کے ہال کمرے میں لگی میز کرسیوں سے معلوم ہوتا تھا کہ یہاں کوئی قہوہ خانہ تھا۔ دروازے پہ لگی لکڑی کی تختی پہ انگریزی میں "جیا" لکھا تھا۔

اندر آؤ تو وہ کوئی سیاحوں کے لیے خصوصی طور پہ بنائی کافی شاپ تھی۔ اس کو قدیم زمانے کے آرکیٹکچر پہ آراستہ کیا گیا تھا۔ آئل پیسٹل سے بنی قدیم ملاکہ کی یادگار پینٹنگز۔ برتن بھی پرانی طرز کے تھے۔

البتہ دیوار پہ لگا مینیو نئے زمانے کا تھا۔ گو کہ ویٹرز پرانے زمانے کے سفید باجو کرنگ میں ملبوس تھے لیکن کافی کے روسٹ ہوئے بینز کی مہک بتاتی تھی کہ وہ ایک تھیمڈ کافی شاپ تھی۔

شاپ کے مالک بالائی منزل پہ رہتے تھے۔ باہر سے اندازہ ہوتا تھا کہ ان کی رہائش گاہ چھوٹی اور سادہ سی ہے۔ شہر سے دور...خوبصورت مگر سادہ سے طرز زندگی۔ اور سامنے چیری بلاسم کے درختوں کی قطار۔

درختوں کی اس دو رویہ قطار کے ساتھ ایک جگہ سڑک کنارے ایک بنچ رکھا تھا۔

اس بنچ پہ فاتح بیٹھا تھا۔ سیاہ ڈریس شرٹ پہنے' آستین پیچھے کو موڑے' وہ ٹانگ پہ ٹانگ جمائے' ایک فائل کی ورق گردانی کر رہا تھا۔ دفعتاً اس نے سر اٹھا کے دیکھا تو سامنے کافی شاپ سے تالیہ چلی آ رہی تھی۔

اس کے کھلے بال کندھوں سے نیچے گر رہے تھے۔ اس نے سادہ با جو کر نگ پہن رکھا تھا۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی جس سے بال اڑا اڑ رہے تھے۔ اس کے ہاتھ میں کافی کے دو مگ تھے۔ فاتح نے اسے دیکھا اور مسکرایا۔ وہ بھی مسکرا دی۔ پھر قریب آئی اور ایک مگ اسے تھمایا۔"""

"تھینک یو۔" اس نے مسکرا کے مگ تھاما۔ وہ اپنا مگ لیے ساتھ بیٹھی اور گردن اٹھا کے درختوں کو دیکھا۔

"ساکوراہانامی... بالآخر ان درختوں نے پھول اٹھا لیے ہیں۔"

"ہاں۔ اور دیکھو یہ کتنے خوبصورت ہو گئے ہیں۔ جب ہم نے یہ گھر لیا تھا تب یہ ویران اور خالی تھے۔ لیکن وقت انسان کو پھل دے دیتا ہے۔" وہ دونوں ساتھ ساتھ بنچ پہ بیٹھے درختوں پہ آئی بہار دیکھ رہے تھے۔

"وقت۔" وہ مسکرائی۔ پھر جیسے کچھ یاد آیا۔ "آپ کی سکندر سے بات ہوئی؟"

"وہ کال کر لے گا۔" وہ مطمئن تھا۔ جب تالیہ ان کی فیملی کا حصہ بنی تو سکندر اور جولیانہ نے ان کے ساتھ رہنے سے انکار کر دیا تھا۔ جولیانہ نے کہا کہ وہ بورڈنگ شفٹ ہونا چاہتی ہے اور زندگی میں پہلی دفعہ ایک نارمل ہائی اسکول مین داخلہ لینا چاہتی ہے۔ سکندر اپنی یونیورسٹی کے ہاسٹل میں شفٹ ہو گیا تھا۔ جولیانہ باپ کو فون کرتی تھی اور ایک دفعہ ملنے بھی آئی تھی لیکن سکندر نے رابطہ منقطع کر رکھا تھا۔

"اور اگر اس کی ناراضی ختم نہ ہوئی؟" تالیہ نے افسوس سے پوچھا۔

"تالیہ... اگر مجھے لگتا کہ وہ اپنی ناراضی ختم نہیں کرے گا تو میں اسے ہاسٹل نہ جانے دیتا۔ وہ میرا بیٹا ہے۔ میں اسے جانتا ہوں۔ وہ چند ماہ میں ٹھیک ہو جائے گا۔"

وہ مسکرا دی۔ جو شخص اس کے ساتھ بیٹھا تھا وہ ایسا ہی تھا۔ ہر حالت میں پر امید۔ ہر شخص کے اندر کی اچھائی پہ یقین رکھنے والا۔

"فاتح... میں خوش ہوں۔ اس بات پہ کہ میں نے درست فیصلہ کیا۔" ہوا چیری بلاسم کی شاخوں کے درمیان سے سرسراتی ہوئی گزر رہی تھی۔ وہ دونوں ایک گلابی لبادہ اوڑھے درخت تلے بیٹھے تھے۔ تالیہ بول رہی تھی اور وہ مسکراتے ہوئے اسے سن رہا تھا۔ ہوا سے اس کے بال پیچھے کو اڑ رہے تھے۔

"اگر اس روز میں آپ کو چھوڑ کے چلی جاتی تو میں بہت اکیلی رہ جاتی۔ میں دنیا میں کھو جاتی اور میری دنیا میرے اندر کھو